اہلِ سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر چالیس اعتراضات اور ان کے مستند جوابات کا ایک دل آویز مجموعہ

اربعین شمسی در عقائد و معمولاتِ سنی حنفی

المعروف بہ

جواب حاضر ہے

از

مولانا محمد اظہر شمسی

سنی پبلی کیشنز دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اربعین شمسی در عقائد و معمولات سنی حنفی

المعروف بہ

جواب حاضر ہے

از

مولانا محمد اظہر شمسی

جامعہ شمس العلوم گھوسی، ضلع، مئو

حافظ محمد یوسف رضوی شمسی

ناشر

سُنّی پبلی کیشنز

2818/6، گلی گڑھیا، کوچہ چیلان، دریا گنج، دہلی۔2

Mob. 09867934085/9310381216

gmail.c zubair006:E-mail

کتاب : جواب حاضر ہے
مولف : مولانا محمد اظہر شمسی
جامعہ شمس العلوم گھوسی، مئو
پروف ریڈنگ : مولوی توصیف رضا ثقلینی، مولوی محمد مرشد مصباحی
تعداد : 1100
سن طباعت : ۱۴۳۷ھ/ 2016
صفحات : 64
کمپوزنگ : بلال اشرف قادری (امجدی روڈ گھوسی، مئو)
قیمت : 40/-
mob:9889690416

ملنے کے پتے:

☆ کتب خانہ امجدیہ، ۴۲۵ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی 011-23243187۶
☆ نیو سلور بک ایجنسی 14 محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی۔ ۳
☆ عرشی کتاب گھر، حیدر آباد
☆ مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں، مہاراشٹر (موبائل 9325028586)
☆ مدنی بک اسٹال، قادریہ مسجد کمپلیس، بنکاپور چوک، ہبلی، دھارواڑ، کرناٹک

فہرست مضامین

شرفِ انتساب

ماضی قریب کے ان خلد آشیاں بزرگوں اور بے لوث خادموں

یعنی

پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ متوفی ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۰ء

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ متوفی ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہم الرحمۃ والرضوان علیہ الرحمہ متوفی ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۲ء

کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو زندگی بھر تاجدار اقلیم رسالت کے خلاف بولنے اور لکھنے والوں کا رد بلیغ فرماتے رہے---------- جن کے قلم کی روشنائی کل بروز محشر شہیدوں کے خون کے ساتھ وزن کی جائے گی۔

نیاز مند

محمد اظہر شمسی

دو لفظ تالیف کے

دور حاضر میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج بہت سارے لوگ اسلامی چوغہ پہن کر اس امت میں فتنہ وفساد برپا کر رہے ہیں، ہر گروہ اور ہر جماعت اپنے آپ کو حق پر ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے، اور اہل حق ''اہلسنت وجماعت'' کے عقائد ونظریات کو شرک وبدعت سے تعبیر کر رہی ہے، لیکن یاد رکھیں! اس امت میں اگر کوئی حق گروہ ہے تو وہ اہلسنت وجماعت ہے، اس جماعت کے جتنے عقائد ونظریات اور افکار ومعمولات ہیں وہ سب قرآن وحدیث کے موافق ہیں، یہ الگ بات ہے کہ باطل گروہ اس کی تہہ تک نہیں پہنچ پاتے اور اگر پہنچ بھی جاتے ہوں تو اپنے گندے اور باطل عقیدے کی آڑ میں اس کے حقائق کو صحیح بیان نہیں کرتے۔

میں نے جب معاشرہ کا جائزہ لیا اور لوگوں سے ملاقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ لوگ کچھ مسائل میں الجھے ہوئے ہیں وہ اپنے عقائد ومعمولات کے صحیح ہونے کے دلائل قرآن وحدیث کی روشنی میں تلاش کر رہے ہیں، میں نے سوچا کہ ہمارے اسلاف نے تو ان مسائل پر اتنی کتابیں تحریر کی ہیں کہ ہم بیان نہیں کر سکتے ،لیکن ان کتابوں کو سمجھنا عام ذہنوں کا کام نہیں، ان کو ایک عالم ہی سمجھ سکتا ہے، بہر حال عوام کو ان مسائل کا صحیح جواب سمجھانے کی ضرورت پیش آئی تو کچھ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ ان مسائل پر ایک عام فہم رسالہ تحریر کریں جس میں ہر بات قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین ہو، میں نے حامی بھر لی لیکن کچھ دنوں تک مجھے موقعہ میسر نہیں آیا۔

ایک صبح مجھے خیال آیا کہ ان مسائل پر کچھ تحریر کروں، عوام کی فکر وخیال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے قلم اٹھالیا اور بفضلہٖ تعالیٰ ہفتہ دس دن کے اندر اس رسالہ کو اپنی

منزل تک پہنچا دیا۔

ہم نے اس رسالہ میں ان مسائل پر روشنی ڈالی ہے جن مسائل کو لے کر کچھ لوگ ہم پر شرک و بدعت کے تیر برساتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ کیا اس کا ثبوت قرآن میں ہے؟ کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟ ہم نے اس رسالہ میں قرآن و حدیث اور صحابہ کرام و بزرگان دین کے اقوال و افعال سے ان مسائل کا مستند جواب دینے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

میں سراپا ممنون و مشکور ہوں نواسہ شیخ العلماء استاذ گرامی ادیب لاثانی حضرت علامہ مولانا افتخار ندیم قادری صاحب قبلہ کا جنھوں نے اس رسالہ کی نظر ثانی فرمائی اور ایک حسین تقریظ جمیل تحریر فرما کر اس کتاب کے حسن کو دوبالا کیا، اور مولانا محمد کمال شمسی صاحب قبلہ کا جن کے مفید مشورے میری کامیابی کی ضمانت ہوا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل میں ہمیں "ما انا علیہ واصحابی" کے مصداق "اہلسنت و جماعت" کے دامن سے وابستہ رکھے اور ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور اپنے محبوب بندوں کے طریقوں پر چلنے اور ان کی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اس رسالہ کو عوام الناس کے لیے نافع بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

احقر

محمد اظہر شمسی

۷ رصفر ۱۴۳۷ھ مطابق

۲۰ رنومبر ۲۰۱۵ء بروز جمعہ

تقریظ جمیل

نواسۂ شیخ العلماء حضرت علامہ مولانا افتخار ندیم قادری

شیخ الادب جامعہ شمس العلوم گھوسی، مئو

اربعین نویسی ایک مبارک اور مستحسن اقدام ہے اس کی روایت و درایت اور ترتیب و اشاعت کوئی نئی چیز نہیں بلکہ اس کا سلسلہ خیر، خیر القرون تک دراز ہے، محدثین عظام کی تحقیق و تصریح کے مطابق اس کی اولین سعادت حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی، اور آپ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت عظمیٰ اور مژدہ جانفزا کے مستحق ٹھہرے کہ جس کے متعلق پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثاً فِیْ اَمْرِ دِیْنِہَا بَعَثَہُ اللّٰہُ فَقِیْہاً وَ کُنْتَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شَافِعاً وَ شَہِیْداً۔ ترجمہ: میرا جو امتی امور دینیہ کی چالیس احادیث حفظ کر کے امت تک پہنچا دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے زمرہ فقہا میں اٹھائے گا اور میں اس کی روز محشر شفاعت کروں گا، اور اس کے لیے گواہی دوں گا" واضح رہے کہ ان اربعینات میں سب سے زیادہ شہرت وقبولیت حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی اربعین کو حاصل ہوئی۔

چنانچہ اللہ کے رسول دانائے خفایا و غیوب حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی شان کے پیش نظر محدثین عظام، علمائے کرام اور خسروان قلم اپنے عہد اور اپنے دور میں مختلف موضوعات پر اربعینات کی ترتیب و اشاعت کا خوش آئند فریضہ انجام دیتے رہے اور ایک خلق خدا ان سے مستفیض و مستنیر بھی ہوتی رہی، اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی "اربعین شمسی در عقائد و معمولات سنی حنفی" بھی ہے۔ لائق مولف نے اپنی اس اربعین میں ارشادات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ان

احادیث کا انتخاب کر کے ایک ایسا حسین عطر بیز اور دلآویز گلدستہ تیار کیا ہے کہ جس سے سواد اعظم اہلسنت و جماعت کا اثبات اور مخالفین اہلسنت مثلاً وہابی دیوبندی تبلیغی اور مودودی وغیرہ کا رد بلیغ ہوتا ہے۔

عزیز مکرم مولانا محمد اظہر شمسی نے اس کتاب میں ان عقائد و معمولات کو جو ہمارے بزرگوں کے واسطے سے ہم تک پہنچے ہیں" جن پر بدمذہبوں کی طرف سے کفر وبدعت کے فتاوے لگائے جاتے ہیں" کو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آراستہ اور مزین کیا ہے۔ پہلے عنوان قائم کر کے اس سے متعلق حدیث مع حوالہ تحریر کیا ہے۔ اس کے بعد ترجمہ اور تشریح کے ذریعے عقائد و معمولاتِ اہلسنت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ فجزاہ اللہ خیراً بلاشبہ یہ کتاب مستطاب بقامت کہتر بقیمت بہتر کی عین مصداق ہے، اور حرزِ جاں بنانے کے لائق ہے۔

دین اور دینی درسگاہوں سے دوری اور اسلاف بیزاری کے اس دور میں ادارہ ہذا کے نوجوان علما وفضلا کا قرطاس وقلم سے گہرا لگاؤ یقینا بانی ادارہ اور ان کے رفقا کار کے اخلاص اور دلِ دردمند کا محسوس فیض ہے، عزیزم موصوف کی اس سے پہلے بھی دو کتابیں (۱) ۱۳۱۳ر اصلاحی معلومات (۲) حیرت انگیز قرآنی معلومات، منظرِ عام پر آچکی ہیں اور ارباب علم وفن اور مشائخ حرم سے خراج عقیدت اور داد تحسین حاصل کر چکی ہیں مولانا محمد اظہر شمسی اپنی مولفات کی بدولت فضلائے جامعہ شمس العلوم میں اپنے احباب واقران کے درمیان اظہر من الشمس ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ آمین۔

خاک پائے بزرگان دین

افتخار ندیم قادری

استاذ دار العلوم اہلسنت مدرسہ شمس العلوم گھوسی، مئو

۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۰ر فروری ۲۰۱۶ء

بیشک آپ خاتم النبیین ہیں

س ۱: کیا حضور اقدس ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں! حضور اقدس ﷺ پر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ابوداؤد شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا خَاتِمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔

(ابو داؤد شریف جلد دوم ص: ۵۸۴ ... مشکوۃ شریف ص: ۴۶۵)

ترجمہ: میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، آپ نبیوں میں آخری نبی ہیں، اور آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ مسلم شریف میں ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ام اُیمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لیے پہنچے۔ حضرت اُم ایمن نے انہیں دیکھا تو رونے لگیں۔ انہوں نے کہا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ کیا آپ جانتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں رسول اللہ ﷺ کے لیے بہتری کے سوا کچھ نہیں؟ وہ فرمانے لگیں کہ، میں اس لیے نہیں روتی کہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں رسول اللہ ﷺ کے لیے بہتری ہی ہے:

وَلٰکِنْ اَبْکِیْ أَنَّ الْوَحْیَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ۔

ترجمہ: یعنی میں تو اس چیز پر روتی ہوں کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور اب آسمان سے وحی آنا بند ہو چکی ہے۔ (مسلم شریف جلد دوم ص: ۲۹۱ ... ابن ماجہ شریف ص: ۱۱۸)

'المواہب اللدنیہ' میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصالِ نبوی کے وقت کہا

تھا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کی فضیلت اس درجہ بلند ہے کہ اس نے آپ کو تمام انبیاے کرام علیہم السلام کے بعد بھیجا اور آپ کا ذکر سب سے پہلے کیا۔ (المواھب اللدنیہ، جلد دوم ص: ۴۹۶)

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے سرِ انور پر ختم نبوت کا تاج سجا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے تشریف لا کر بابِ نبوت کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا، اس لیے اَب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا، مرتد اور واجب القتل ہے۔

مثلِ رسول کوئی نہیں

س ۲: کیا کوئی حضور اقدس ﷺ کے مثل ہو سکتا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں! بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا:

لَاتُوَاصِلُوا قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ اِنِّي اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ۔

(بخاری شریف جلد دوم ص: ۱۰۸۴ ... مسلم شریف جلد اول ص: ۳۵۱ ... مشکوۃ شریف ص: ۱۷۵)

ترجمہ: تم لوگ رات دن پے در پے روزہ مت رکھو۔ صحابہ نے عرض کیا حضور آپ تو رات دن پے در پے روزہ رکھتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے مثل ہرگز نہیں ہوں، بے شک میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا ربّ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کو اپنی طرح بشر کہنا کفاروں کا طریقہ ہے؛ کیوں کہ آپ ﷺ کے زمانے میں کفار آپ کو اپنی طرح بشر کہا کرتے تھے۔ قرآنِ مقدس میں بہت سی ایسی آیتیں ملتی ہیں جن میں انبیاے سابقین کو ان کے زمانے کے کفار انہیں اپنے مثل بشر کہا کرتے تھے۔ (انوار الحدیث، ص: ۳۹۳)

جسم رسول بے سایہ

س ۳: کیا حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک کا سایہ تھا؟

جواب: نہیں! حضور اقدس ﷺ کا سایۂ مبارک نہ سورج کی دھوپ میں نظر آتا تھا، اور نہ چاند کی چاندنی میں۔ حضرت عبد اللہ ابن مبارک اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہما حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

لَمْ یَکُنْ لِرَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَلَمْ یَقُمْ مَعَ شَمْسٍ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَ ھَا وَلَا مَعَ السِّرَاجِ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَہٗ۔

(الخصائص الکبریٰ، جلد اول ص:۶۸۔ زرقانی علی المواھب جلد ۴/ص:۲۲۰۔جمع الوسائل للقاری، جلد اول ص:۱۷۶)

ترجمہ: سرکار دو عالم ﷺ کے جسم پاک کا سایہ نہیں تھا، نہ سورج کی دھوپ میں نہ چراغ کی روشنی میں۔ آپ ﷺ کا نور سورج اور چراغ کے نور پر غالب رہتا تھا۔

حضرت امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

حضور اقدس ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ آفتاب کی روشنی میں پڑتا تھا، نہ ماہتاب کی چاندنی میں۔ ابن سبع اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ، حضور نور تھے، اسی لیے چاندنی اور دھوپ میں چلتے تھے، تو جسم پاک کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

(المواھب اللدنیہ جلد اول ص:۱۸۰۔زرقانی جلد ۴/ص:۲۲۰)

بیشک آپ ﷺ کو علم غیب عطا کیا گیا

س ۴: کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا تھا؟

جواب: ہاں! آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ماکان ومایکون (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کے جمیع علوم سے سرفراز فرمایا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عمر

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔ (بخاری شریف جلد اول ص: ۴۵۳۔ مشکوۃ شریف ص: ۵۱۶)

ترجمہ: ایک بار حضور اقدس ﷺ ہم لوگوں (کے مجمع) میں کھڑے ہوئے، تو آپ ﷺ نے ابتدائے آفرینش سے جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کے سارے حالات کی ہمیں خبر دے دی (آپ ﷺ سے سننے والوں میں) جس نے اس بیان کو یاد رکھا، اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا، وہ بھول گیا۔

علم غیب ان باتوں کے جاننے کو کہتے ہیں جن کو بندے عادی طور پر اپنی عقل اور اپنے حواس سے معلوم نہ کرسکیں۔ (تفسیر کبیر، جلد اوّل ص: ۱۷۴)

قرآنِ مقدس پارہ ۲۹ ررکوع بارہ میں ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔

ترجمہ: یعنی غیب کا جاننے والا (اللہ تعالیٰ) تو وہ صرف اپنے پسندیدہ رسولوں کو ہی غیب پر قابو دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غیب پر قابو دیتا ہے، اور جسے غیب پر قابو ہوتا ہے وہ غیب ضرور جانتا ہے، تو ثابت ہوا کہ رسول غیب ضرور جانتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

نبی کے لیے ایک ایسی صفت ہوتی ہے کہ جس سے وہ آئندہ غیب کی باتیں جان لیا کرتے ہیں۔ (زرقانی، جلد اوّل ص: ۲۰... انوار الحدیث ص: ۴۲۱)

اکابر علمائے دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''شمائم امدادیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیا و اولیا کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراکِ مغیبات ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے، آں حضرت علیہ السلام کو حدیبیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے کی خبر نہ تھی ان کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے، کیوں کہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے''۔

(شمائم امدادیہ ص: ۱۱۵)

اور مدرسہ دیوبند کے ناظم تعلیمات مولانا مرتضیٰ حسین در بھنگی توضیح البیان ص: ۴ پر لکھتے ہیں:

''حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کو علم غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے۔''

اور صفحہ ۸ / پر آگے لکھتے ہیں کہ ''سرکار دو عالم ﷺ کو مغیبات اس قدر دیا گیا تھا کہ دنیا کے تمام علوم کو اگر ملائے جائیں تو آپ کے ایک علم کے برابر نہ ہوں۔

علومِ خمسہ کا بھی علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمایا

س ۵: کیا اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو علوم خمسہ کا بھی علم عطا فرمایا ہے، اس کا ثبوت حدیث پاک میں ملتا ہے یا نہیں؟

جواب: علوم خمسہ سے مراد یہ پانچ علوم ہیں (۱) قیامت کب ہوگی (۲) بارش کب ہوگی (۳) ماں کے پیٹ میں کیا ہے (۴) کل کیا کرے گا (۵) کہاں مرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا سے ان پانچوں باتوں کا علم حضور اقدس ﷺ کو عطا فرمایا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔ (المواھب اللدنیہ جلد دوم ص: ۱۹۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا، پس میں اس دنیا کے

اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے، اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

حضور اقدس ﷺ کو ان پانچ کا علم دے دیا گیا اور علم قیامت اور علم روح بھی اور ان کو چھپانے کا حکم فرمایا۔ (الخصائص الکبریٰ جلد دوم ص: ۱۹۵)

حدیث پاک اور مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو ان پانچ علوم سے آگاہ فرمایا ہے، اَب ان پانچوں باتوں کا ثبوت حدیث پاک کی روشنی میں ایک ایک کر کے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ۔

(مشکوٰۃ شریف ص: ۴۸۱۔ جامع صغیر جلد اول ص: ۱۰۵)

ترجمہ: میں اور قیامت مثل ان دو متصل (ملی ہوئی) انگلیوں کے ہیں۔

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے بعض علامات قیامت ذکر کر کے فرمایا:

ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ فَيُنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ۔

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش اس کی طرح نازل فرمائے گا جس سے لوگوں کے جسم پیدا ہوں گے۔ (مشکوٰۃ شریف ص: ۴۸۱)

(۳) حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَاءَ اللهُ غُلَامًا يَكُوْنَ فِيْ حِجْرِكِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِيْ حِجْرِيْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(مشکوٰۃ شریف ص: ۵۷۲)

ترجمہ: فاطمہ کے یہاں ان شاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا جو تیری گود میں پرورش پائے گا، تو حضرت فاطمہ کے یہاں حضرت حسین پیدا ہوئے اور وہ میری گود میں پلے جیسا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا۔

(۴) حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ (مشکوۃ شریف ص: ۵۶۳)

ترجمہ: میں اس جھنڈے کو کل ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول کا وہ محبوب ہے۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے غزوۂ بدر میں پہلے ہی فرمایا:

هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ يَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضَعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(ابوداؤد شریف جلد دوم ص: ۸... مشکوۃ شریف ص: ۵۴۳)

ترجمہ: یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یہاں اور یہاں (وہ کافر مرے گا) حضرت انس فرماتے ہیں وہ کافر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کے نشان سے آگے پیچھے نہ ہوا۔

ان پانچوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو علوم خمسہ کا بھی علم عطا فرمایا، اور حضور اقدس ﷺ نے ان علوم کو بیان بھی فرمایا جیسا کہ احادیث مذکورہ سے ظاہر ہوا، تو اب ان علوم پر حضور اقدس ﷺ کو مطلع نہ ماننا کیسی بے ایمانی اور گمراہی ہے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت دے۔

شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

س ٦: کیا حضور اقدس ﷺ قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے؟

جواب: ہاں! حضور اقدس ﷺ اپنے امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے، مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ (مسلم شریف جلد دوم ص: ٢٤٥... مشکوۃ شریف ص: ٥١١)

ترجمہ: میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں سب سے پہلے قبر سے اٹھوں گا اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا، اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ 'تکمیل الایمان' میں فرماتے ہیں کہ:

شفاعت حق ہے اور انبیا و مرسلین، اولیا و صالحین، علما و ملائکہ کو بارگاہ عزت میں عزت و وجاہت حاصل ہے، اور انہیں گناہگاروں کے گناہوں کے لیے شفاعت کا بارگاہ الٰہی میں حق حاصل ہے، اور سب سے پہلے جو شفاعت کا دروازہ کھولیں گے، وہ حضور اقدس ﷺ ہیں، کل بروز قیامت ظاہر ہو جائے گا کہ ان کو بارگاہ الٰہی میں کتنی جاہ و عزت ہے کہ وہ دن انہیں کی وجاہت کا دن ہے، اور عزت انہیں کی عزت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وہ دن محمد ﷺ کا دن ہے، اور مقام انہیں کا مقام ہوگا اور بات انہیں کی چلے گی وہ اس دن مہمان ہوں گے اور سب اہل محشر طفیلی ہوں گے۔

قرآن مقدس میں وارد ہے کہ "عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا عطا فرمائے گا کہ اے محبوب تم راضی ہو جاؤ گے" یعنی اے میرے محبوب میں تم کو اس قدر نعمت و رحمت دوں گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے، اور میں کسی آرزو سے تمہارے دل کو شکستہ نہ ہونے دوں گا، اے

میرے محبوب تمام جہاں تو میری رضا طلب کرتا ہے، اور میں تمہاری رضا چاہتا ہوں، تو حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک تو میرے ایک ایک امتی کی مغفرت نہ فرمائے گا۔ (تکمیل الایمان ص: ۲۱ تا ۲۳)

ایک اور مقام پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شفاعت کا انکار بدعت و گمراہی ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۴/ص: ۴۰۸)

انبیاے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں

س ۷: کیا انبیاے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟

جواب: ہاں! تمام انبیاے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ابن ماجہ شریف میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔ (ابن ماجہ شریف جلد اول ص: ۷۶... مشکوۃ شریف ص: ۱۲۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاے کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے، لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔

انبیاے کرام علیہم السلام بعد وفات دنیوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ رہتے ہیں، اسی لیے شب معراج جب حضور اقدس ﷺ بیت المقدس پہنچے تو انبیاے کرام علیہم السلام کو وہاں نماز پڑھائی، اگر انبیاے کرام علیہم السلام بعد وفات زندہ نہ ہوتے تو بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے لیے کیسے آتے۔

انبیاے کرام علیہم السلام کی زندگی برزخی نہیں بلکہ دنیوی ہے، پس فرق صرف یہ ہے کہ ہم جیسے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ (طحطاوی ص: ۴۴۷... انوار الحدیث ص: ۲۶۱)

خصائص الکبریٰ میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو روضۂ رسول ﷺ کے سامنے رکھ کر سلام بھی عرض کیا اور دفن کرنے کی اجازت بھی طلب کی۔

(خصائص الکبریٰ باب دوم ص: ۴۶۴)

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ، آپ ﷺ اپنی قبر انور میں نہ صرف زندہ ہیں بلکہ اپنے غلاموں کی عرض ومعروض کو بھی سنتے ہیں۔

زیارت روضۂ رسول ﷺ

س ۸: قبر رسول ﷺ کی زیارت کے لیے جانا کیسا ہے؟

جواب: زیارتِ اقدس ﷺ قریب بواجب ہے، مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔

(مشکوٰۃ شریف ص: ۲۴۱... طبرانی جلد ۱۲ ص: ۳۱۰)

ترجمہ: جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات (دنیوی) میں زیارت سے مشرف ہوا۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے خود اپنی قبر کی زیارت کا حکم دیا اور فرمایا کہ میری قبر کی زیارت ایسی ہی ہے جیسے میری زیارت، یعنی جس نے قبر رسول ﷺ کی زیارت کر لی گویا اس نے آپ ﷺ کو دنیوی زندگی میں دیکھا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی آپ ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری دیتے اور اس عقیدے سے کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں، اور اپنی امت کا حال بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک دن گورنرِ مدینہ مروان بن حکم، حضور اقدس ﷺ کی قبر انور پر آیا، تو دیکھا کہ ایک شخص اپنا چہرہ روضۂ مقدسہ پر رکھے ہوئے ہے، مروان

نے اس شخص کو گردن سے پکڑ کر کہا تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے کہا: ہاں معلوم ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں، جب اس نے چہرہ اٹھایا تو وہ میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نکلے، انہوں نے فرمایا:

"جِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ اٰتِ الْحَجَرَ"۔

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ رص: ۴۲۲-مستدرک جلد ۴ رص: ۵۱۵-مجمع الزوائد جلد ۴ رص: ۵)

اس حدیث کو امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام حضور اقدس ﷺ کو پتھر کی طرح بے جان نہیں سمجھتے تھے بلکہ زندہ سمجھ کر حاضری دیتے اور آپ سے التجا بھی کیا کرتے تھے۔

اگر کوئی شخص حج کرنے کے لیے گیا اور حضور اقدس ﷺ کے روضۂ مبارک کی زیارت نہ کی تو وہ شخص بہت بڑا بدبخت ہے اگر وہ زیارت کے لیے جائے تو آپ ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ۔ (بیھقی جلد ۵ رص: ۴۰۳)

ترجمہ: جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔

تبرکاتِ رسول ﷺ سے برکت حاصل کرنا طریقۂ صحابہ ہے

س ۹: حضور اقدس ﷺ کے تبرکات کا احترام اور ان سے برکت حاصل کرنا کیسا ہے؟

جواب: وہ چیزیں جو حضور اقدس ﷺ سے منسوب ہیں مثلاً موئے مبارک، نعلین شریف، نقش پا وغیرہ ان تبرکات کا احترام صحابۂ کرام، تابعین عظام اور عالم اسلام کے مسلمانوں نے ہمیشہ کیا ہے، ان تبرکات کو محفوظ رکھا ہے اور ان سے خیر و برکت حاصل کیا ہے، بخاری شریف میں مذکور ہے:

عَنْ اِبْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ: قُلْتُ لِعُبَیْدَۃَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصَبْنَاہُ مِنْ قِبَلِ اَنَسٍ اَوْمِنْ اَھْلِ اَنَسٍ فَقَالَ لَاَنْ تَکُوْنَ عِنْدِیْ شَعَرَۃٌ مِّنْہُ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا۔ (بخاری شریف جلد اول ص: ۲۹)

ترجمہ: حضرت ابن سیرین کہتے ہیں: میں نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں جس کو ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ان کے گھر والوں سے حاصل کیا ہے، تو حضرت عبیدہ نے فرمایا:

''حضور ﷺ کا ایک موئے مبارک میرے پاس ہوتا تو یہ مجھے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے زیادہ محبوب ہے۔''

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جب صحابہ کرام حضور اقدس ﷺ کے تبرکات سے اتنی محبت کرتے تھے، تو حضور ﷺ سے کتنی محبت کرتے ہوں گے۔ صحابۂ کرام حضور ﷺ کے تبرکات کو محبوب بھی رکھتے تھے اور ان تبرکات سے برکت بھی حاصل کرتے تھے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کا پسینۂ مبارک جمع کرتیں، ایک بار آپ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگیں کہ ہمیں امید ہے کہ اس پسینے سے ہمارے بچوں کو برکت حاصل ہوگی۔ (مسلم شریف جلد ۲ رص: ۲۵۷)

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک چمڑے کا بستر بچھاتیں جس پر آپ ﷺ آرام فرماتے، جب رسول اللہ ﷺ سوجاتے تو حضرت ام سلیم آپ کے جسم اطہر کا پسینہ اور موئے مبارک لے کر ایک شیشی میں جمع فرماتیں اور اس کو خوشبو میں ملاتیں۔ راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب ہوا، تو آپ نے یہ وصیت کی کہ ان کے کفن پر وہی خوشبو لگائی جائے جس خوشبو میں رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک اور پسینہ شریف جمع ہے، چناں چہ ان کی وفات کے بعد ان کے کفن پر وہی خوشبو لگائی گئی۔ (بخاری شریف جلد دوم ص: ۹۲۹)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں رسول اللہ ﷺ کا ایک بال مبارک رکھا ہوا تھا جیسے وہ دشمن کے مقابلہ میں پہنچتے اور انہیں میدانِ جنگ میں اسی بال کی برکت سے فتح ونصرت ملتی تھی۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ رص: ۳۷)

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور اقدس ﷺ کا جبہ مبارکہ تھا، آپ کی وفات کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے لے لیا۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں: "فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِي بِهَا"۔ یعنی ہم اس جبہ کا دھون بیماروں کو دیتے اور اس سے شفا حاصل کرتے تھے۔

(مسلم شریف جلد دوم ص: ۱۹۰... مشکوۃ شریف ص: ۳۷۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے منبر مبارک پر جہاں آپ ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے، برکت کے لیے اس پر اپنا ہاتھ پھیر کر چوما کرتے تھے۔

(الشفا جلد ۲ رص: ۴۴... شرح شفا جلد ۳ رص: ۴۳۴)

ان تمام روایتوں سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے۔

بعد وصال آپ ﷺ کو لفظ "یا" کے ساتھ پکارنا سنتِ صحابہ ہے

س ۱۰: کیا بعد وصال آپ ﷺ کو لفظ "یا" کے ساتھ دور سے پکارنا اور آپ سے مدد طلب کرنا جائز ہے؟

جواب: ہاں! حضور اقدس ﷺ کو مدد اور مشکل کشائی کے لیے قریب اور دور سے پکارنا جائز ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، اور ان کا پاؤں سن ہو گیا، تو میں نے دریافت کیا یا عبد الرحمن آپ کے پاؤں کو کیا ہو گیا؟ تو انہوں نے جواب دیا ئن ہو گیا ہے، تو میں نے ان سے عرض کیا:

اُدْعُ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ قَالَ یَا مُحَمَّدُ فَانْبَسَطَتْ۔

ترجمہ: اس شخص کو یاد کیجیے جن سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں، تب انہوں نے کہا "یَا مُحَمَّدُ ﷺ" اوران کے پاؤں کی تکلیف دور ہوگئی۔

(مسند ابن جعد ص: ۳۶۹ حدیث نمبر ۲۵۳۹ ... الادب المفرد ص: ۲۰۷ حدیث نمبر ۹۹۳ ... طبقات ابن سعد جلد ۴/ص: ۱۵۴ ... تهذیب الکمال حدیث نمبر ۳۸۳۲ ... کتاب الاذکار ص: ۳۸۷ ... الکلمة الطیب ، ابن تیمیه ص: ۱۵۶ ... الوابل الصیب من الکلم الطیب جلد اول ص: ۲۰۴ ... غریب الحدیث جلد ۲/ص: ۶۷۴ ... الشفاء جلد ۲/ص: ۱۸ ... شرح الشفاء جلد ۳/ ص: ۳۵۵)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو بعد وصال لفظ "یا" کے ساتھ پکارنا اور مدد طلب کرنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ اور معمول بھی یہی تھا کہ جب وہ کسی مصیبت میں ہوتے تو حضور اقدس ﷺ سے مدد طلب کرتے۔

حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ نے نہایت تنگی کے موقع پر پکارا۔"یا مُحَمَّدَاہ"، یارسول اللہ مدد کیجیے، تو آپ ﷺ خواب میں تشریف لاکرانہیں خوشحالی کی خوش خبری دی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۷/ص: ۱۰۴)

جنگ یرموک کے موقع پر تمام صحابہ کرام کی زبان پر یہ الفاظ تھے "یَا مُحَمَّدُ، یَا مَنْصُوْرُ، اُمَّتَکَ"، ترجمہ: اے محمد مصطفی ﷺ، اے فتح مند، اپنی امت کی خبر لیجیے۔

(ناسخ التواریخ، فتوح الشام جلد اول ص: ۱۲۸)

جنگ بہنسا کے موقع پر صحابہ کرام کی زبانوں پر یہ الفاظ تھے۔"یَا مُحَمَّدُ، یَا مُحَمَّدُ نَصْرُ اللہِ اُنْزُلْ"، ترجمہ: یا رسول اللہ، یا رسول اللہ، اے اللہ کی طرف گار سے مددگار! جلدی تشریف لائیں۔ (فتوح الشام جلد ۲/ص: ۱۷۷)

تبلیغی جماعت کے پیشوا مولانا زکریا کاندھلوی اپنی مشہور کتاب ''تبلیغی نصاب'' میں علامہ جامی علیہ الرحمہ کی فارسی نعت، مترجم مولانا اسعد اللہ صاحب خلیفہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور تحریر کرتے ہیں:

زمجھوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم

ترجمہ: آپ کے فراق سے کائنات عالم کا ذرہ جاں بلب ہے اور دم توڑ رہا ہے اے رسول خدا، نگاہِ کرم فرمائیے، اے ختم المرسلاں رحم فرمائیے۔

(تبلیغی نصاب، فضائل درود شریف ص:۱۲۰)

بعد وصال آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنا سنت صحابہ ہے

س ۱۱: کیا بعد وصال آپ ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: آپ ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگنا صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے، بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ کَانَ اِذَا قَحَطُوْا اِسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ: فَیُسْقَوْنَ۔

(بخاری شریف اول ص:۱۳۷)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے، تو حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا) کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے، اور کہتے اے اللہ! ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے، اور تو ہم پر بارش برساتا تھا، اب ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ لے کر آئیں ہیں، ہم پر باران رحمت نازل فرما، تو ان پر بارش برس پڑتی۔

بخاری شریف کی یہ حدیث کھلی ہوئی دلیل ہے کہ خدائے تعالیٰ سے دعا مانگتے وقت

حضرات انبیا واولیا اور دوسرے صلحاے امت کا وسیلہ پکڑنا اوران کے وسائل سے اپنی مرادوں کو بارگاہ الٰہی سے طلب کرنا یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر تمام صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا اجماع واتفاق ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وسیلہ چاہنا اور مدد طلب کرنا حضور اقدس ﷺ سے باجماع علماے دین قولاً اور فعلاً افضل سنت اور موکد مستحب ہے۔ (جذب القلوب ص: ۱۴۹)

بعد وصال آپ ﷺ سے مانگنا سنت صحابہ ہے

س ۱۲: کیا بعد وصال آپ سے مانگنا جائز ہے کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں ہے؟

جواب: ہاں! بعد وصال آپ سے مانگنا جائز ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

عَنْ مَالِكِ الدَّارِيِ وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ ص قَالَ: اَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ ص فَجَآءَ بَلَالُ بْنُ الْحَارِثِ اِلٰى قَبْرِ النَّبِيّا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ! اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِا فِي الْمَنَامِ وَقَالَ: اِئْتِ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ وَاقْرَاْهُ السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُ اَنَّهُمْ يُسْقَوْنَ فَاَتَاهُ وَاَخْبَرَهُ فَبَكٰى عُمَرُ وَسُقُوْا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲/ص: ۳۲، ... دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۷، ص: ۴۷ (رواہ البیہقی باسناد صحیح)... البدایہ والنہایہ جلد ۷، ص: ۱۰۵، ۱۰۴... فتح الباری جلد ۲، ص: ۳۹۷)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خازن مالک داری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمایئے لوگ ہلاک ہوگئے ہیں تو اس شخص کے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر بن خطاب سے

جا کر میرا اسلام کہو اور یہ بتا دو کہ عنقریب بارش برسائی جائے گی، پس وہ شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس بارش کی خبر دی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور ان پر بارش برسادی گئی۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور نہ کسی صحابی نے اعتراض کیا، جس سے واضح ہوا کہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی نظریہ تھا کہ بعد از وصال بھی حضور اقدس ﷺ سے مانگنا درست ہے۔

غیر اللہ سے مدد مانگنا قرآن وحدیث کے موافق ہے

س ۱۳: غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسا ہے، کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں ہے؟

جواب: ہاں! غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے جب کہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو صرف اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے، جب کہ انبیاے کرام اور اولیاے عظام اللہ تعالیٰ کی عطا ہی سے مدد کرتے ہیں، مسلم شریف میں حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ سَلْ، فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ: اَوَ غَیْرَ ذٰلِكَ فَقُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ: فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔ (مسلم شریف جلد اول ص: ۹۳)

ترجمہ: ایک بار حضور اقدس ﷺ نے مجھے فرمایا کہ مانگ! پس میں نے کہا کہ میں جنت میں آپ کا پڑوس مانگتا ہوں، تو آپ نے پوچھا کہ کیا اس کے علاوہ بھی کچھ چاہیے؟ میں نے عرض کیا کہ صرف یہی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کثرت سجود سے اپنے نفس کے خلاف میری مدد کر یعنی اپنے مطلب کے حصول کے لیے سجدوں کی کثرت کر۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ اگر غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہوتا تو حضور اقدس ﷺ کبھی بھی اپنے بارے میں یہ نہ کہتے کہ مجھ سے مانگ اور کبھی بھی صحابہ حضور اقدس ﷺ سے جنت میں آپ کے پڑوس کا سوال نہ کرتے، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی

عطا سے غیر اللہ مدد کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (سورۃ المائدہ، آیت:۵۵ پارہ:۶)

ترجمہ: (اے مسلمانو!) تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔

اگر غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہوتا تو قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ یہ ذکر نہ فرماتا۔

بعد دفن قبر پر اذان دینا حدیث رسول کے موافق ہے

س ۱۴: میت کو دفن کر دینے کے بعد اس کی قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟

جواب: قبر پر بعد دفن اذان دینا جائز ہے، اس کا ثبوت حدیث پاک میں ہے مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز میں ہے:

لَقِّنُوْا اَمْوَاتَكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۱۴۰)

ترجمہ: اپنے مردوں کو "لا الہ الا اللہ" سکھاؤ۔

فتاویٰ شامی میں ہے کہ اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور اقدس ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے دفن کے بعد تلقین کرنے کا حکم دیا، صاحب فتاویٰ شامی اسی جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ دفن کے بعد تلقین کرنے سے منع نہیں کرنا چاہیے؛ کیوں کہ اس میں کوئی نقصان تو ہے نہیں بلکہ اس میں نفع ہے؛ کیوں کہ میت ذکر الٰہی سے انس حاصل کرتی ہے۔ (فتاویٰ شامی جلد اول)

حدیث پاک اور مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ دفن میت کے بعد اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین (سکھانا) مستحب ہے، تاکہ مردہ نکیرین کے سوالات میں کامیاب ہو، اور اذان میں بھی کلمہ ہے لہٰذا یہ تلقین میت ہے، مستحب ہے بلکہ اذان میں پوری تلقین ہے کیوں کہ نکیرین میت سے تین سوال کرتے ہیں، پہلا تیرا رب کون ہے؟ دوسرا تیرا دین کیا ہے؟ اور تیسرا حضور اقدس ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟

پہلے سوال کا جواب ہوا" اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ " دوسرے کا جواب ہوا" حَيَّ عَلَى الصَّلٰوۃ " یعنی میرا دین وہ ہے جس میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ (سوائے اسلام کے کسی دین میں پانچ نمازیں نہ تھیں) تیسرے کا جواب ہوا " اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ "۔

اذان ذکر خدا ہے، اور ذکر خدا کی برکت سے عذاب قبر دور ہوتا ہے اور قبر فراخ ہوتی ہے، اور قبر کی تنگی سے نجات ملتی ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ بعد دفن حضور اقدس ﷺ نے سبحان اللہ سبحان اللہ فرمایا، پھر اللہ اکبر، آپ ﷺ نے بھی فرمایا اور دیگر حضرات نے بھی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تسبیح وتکبیر کیوں پڑھی؟ ارشاد فرمایا کہ اس صالح بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی اللہ تعالیٰ نے قبر کو کشادہ فرمایا۔

اذانِ قبر شریعت میں منع نہیں بلکہ جائز اور مستحب ہے اس لیے کہ بہ نیت اخلاص مسلمان بھائی کے نفع کے لیے کیا جاتا ہے۔

قبروں کی زیارت کرنا سنتِ رسول ﷺ ہے

س ۱۵: قبروں کی زیارت کرنا کیسا ہے اور کیا حدیث پاک میں قبروں کی زیارت کرنے کا حکم آیا ہے؟

جواب: ہاں! آیا ہے، مسلم شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُهَا فَاِنَّهَا تَرِقُّ الْقَلْبَ وَتَدْمَعُ الْعَيْنَ وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ ۔ (مسلم شریف جلد اول ص: ۳۱۴ ... مشکوۃ شریف ص: ۱۵۴ ... ابن ماجہ شریف جلد اول ص: ۱۱۲ ... بیہقی شعب الایمان جلد ۷ رص: ۱۵)

ترجمہ: میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (اب میں تمہیں

اجازت دیتا ہوں کہ) ان کی زیارت کرو؛ کیوں کہ زیارت قبور دلوں کو نرم، آنکھوں کو پر نم اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

قبروں کی زیارت کرنا سنت رسول ہے، اس کا ثبوت بہت سی حدیثوں سے ملتا ہے، مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصے میں جنت البقیع شریف (مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان) کی طرف تشریف لے جاتے، اور فرماتے: اے مومن قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہو، کل تمہارے پاس وہ (اجر وثواب) آجائے گا جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، اور بے شک ہم بھی ان شاء اللہ! تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں، اے اللہ بقیع غرقد یعنی جنت البقیع والوں کی مغفرت فرما۔ (مسلم شریف جلد اول ص:۳۱۳)

اولیاے کرام کے مزارات مقدسہ کی زیارت کے لیے سفر کرنا بھی جائز ہے۔ اولیاے کرام کی زیارت کرنا خداے تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے، اور زائرین کو کافر، مشرک اور بدعتی کہنا کھلی ہوئی گمراہی اور بدعقیدگی ہے، مزارات مقدسہ پر ہاتھ پھیرنا، بوسہ دینا، ان کے سامنے جھکنا اور زمین پر چہرہ ملنا منع ہے، قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے اور اگر عبادت کی نیت سے ہو تو کفر ہے۔

(بہار شریعت حصہ چہارم ص:۱۶۴... انوار الحدیث ص:۲۰۳-۲۰۴)

قبروں پر چادر چڑھانا طریقۂ صحابہ ہے

س ۱۶: قبر پر چادر چڑھانا کیسا ہے کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں ہے؟

جواب: ہاں! قبر پر چادر چڑھانا جائز و درست ہے، اور حدیث پاک سے ثابت ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

جُعِلَ فِي قَبْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطِيفَةٌ حَمْرَاءُ۔

(مسلم شریف جلد اول ص:۳۸۹ حدیث نمبر ۲۲۴۱، کتاب الجنائز)

ترجمہ: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک پر سرخ چادر ڈالی گئی تھی۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ علما، اولیا اور صالحین کی قبروں پر عمارت بنانا اور ان پر غلاف اور عمامہ اور کپڑے چڑھانا جائز کام ہیں، جب کہ اس سے عوام کی نگاہ میں ان کی عزت مقصود ہو، اور لوگ ان کو حقیر نہ جانیں۔ (تفسیر روح البیان پارہ ۱۰/سورہ توبہ)

فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ اولیاے کرام کی اظہار عظمت کے لیے ان کے مزارات پر چادر ڈالنا پھول رکھنا اور ان کے مزارات کے قریب چراغ روشن کرنا جائز ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۴/ص: ۱۴۴ ... فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص: ۳۳۵)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں ڈالنا جائز ہے؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے عام زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ قرآن مقدس پر جزدان اور خانۂ کعبہ پر غلاف بھی اسی لیے لگایا جاتا ہے کہ اس کی عظمت کا اظہار ہو۔ اور رہی بات عام قبروں پر چادر چڑھانے کی تو یہ ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ بے فائدہ ہے۔

قبر پر پھول ڈالنا سنت ہے

س ۱۷: قبروں پر پھول ڈالنا کیسا ہے اور کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں موجود ہے؟

جواب: قبروں پر پھول اور تر شاخیں ڈالنا سنت ہے اور حدث پاک سے ثابت ہے بخاری شریف میں ہے:

ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَۃً رَطْبَۃً فَشَقَّھَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِی کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَۃً۔

(مشکوۃ شریف ص: ۴۲)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے ایک تر شاخ لے کر اس کے دو حصے کیے اور ہر قبر میں جمایا۔

علمانے اسی حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے پر استدلال کیا ہے، پھول

قسم نباتات سے تر چیز ہے جب تک اس میں تری ہے زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا: وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔

اس کی تسبیح سے صاحب قبر کو انس ہوتا ہے۔ طحطاوی میں ہے کہ:

ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض اماموں نے فتویٰ دیا کہ ہمارے زمانہ میں قبروں پر پھول اور تر شاخیں ڈالنے کا جو دستور ہے یہ سنت ہے، اور حدیث جریدہ سے ثابت ہے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۳۶۴)

قبروں کو اونچی اور پختہ کرنا درست ہے

س ۱۸: قبر کو اونچی کرنا یا پتھر وغیرہ سے پختہ کر دینا کیسا ہے کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں ہے؟

جواب: ہاں! کسی خاص قبر کا نشان قائم رکھنے کے لیے قبر کو کچھ اونچی کرنا یا پتھر وغیرہ سے پختہ کر دینا جائز ہے، تا کہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے، یہ حکم صرف خاص علما و مشائخ کے لیے ہے عام مسلمانوں کے لیے منع ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ عثمان میں تھے:

اَنَّ اَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِيْ يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ ابْنِ مَظْعُوْنٍ حَتّٰى يُجَاوِزَهٗ۔

(بخاری شریف جلد اول ص: ۱۸۲ کتاب الجنائز)

ترجمہ: ہم میں بڑا کودنے والا وہ تھا جو عثمان بن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

بخاری شریف کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر اونچی تھی۔

مشکوۃ شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن فرمایا، تو ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب کیا، اور فرمایا کہ ہم اس سے اپنے

بھائی کی قبر کا نشان لگائیں گے، اور اس جگہ اہل بیت کے مردوں کو دفن کریں گے۔

(مشکوۃ شریف ص: ۱۴۹)

دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو پتھروں سے پختہ کیا گیا اور قبر کے سرہانے ایک پتھر کی تختی نصب کی گئی تھی، بزرگوں کی قبر کو پختہ بنانا اور زمین سے کچھ اونچی بنانا جائز ہے؛ کیوں کہ خود صحابہ کرام نے حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کو زمین سے برابر نہیں بنایا بلکہ زمین سے اونچی اور پختہ بنایا تھا۔

بخاری شریف میں حضرت سفیان تمار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی قبر شریف کو دیکھا جو اونٹ کے کوہان کی طرح (اٹھی) ہوئی تھی۔

(بخاری شریف جلد اول ص: ۸۶... مشکوۃ شریف: ۱۴۸)

بخاری شریف کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک زمین سے کچھ اونچی تھی، شریعت اسلامیہ میں مسلمان کی قبر کے لیے سنت ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے اس کو بالکل زمین سے ملا دینا خلاف سنت ہے۔

مزارات اولیا پر گنبد بنانا سنت صحابہ ہے

س ۱۹: مزاراتِ اولیا پر گنبد بنانا کیسا ہے کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں ملتا ہے؟

جواب: اولیائے کرام اور مشائخ عظام کی مزارات پر گنبد وغیرہ بنانا شرعاً جائز ہے بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے، ہاں عام مسلمانوں کی قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر قبہ بنانا منع ہے لیکن اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے رہنا تا کہ اس کا نشان نہ مٹ جائے جائز ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں روضۂ رسول ﷺ کی ایک دیوار گر گئی۔ (۸۷ھ)

فَاَخَذُوا فِي بِنَائِهٖ فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوا وَظَنُّوا اَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا وَجَدُوا اَحَداً يَعْلَمُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا

واللہِ، مَا ھِیَ قَدَمُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا ھِیَ اِلَّا قَدَمُ عُمَرَ۔

(بخاری شریف جلد اول ص: ۱۸۶ کتاب الجنائز)

ترجمہ: تو صحابہ کرام اس کے بنانے میں مشغول ہوئے ایک قدم ظاہر ہوگیا تو لوگ گھبرا گئے اور سمجھے کہ یہ حضور اقدس ﷺ کا قدم پاک ہے، کوئی ایسا شخص ملا بھی نہیں جو یہ بتا تا کہ وہ کس کا قدم پاک ہے، تو حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ حضور اقدس ﷺ کا قدم پاک نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روضۂ رسول ﷺ صحابہ کرام نے بنوایا تھا، اگر کوئی کہے کہ یہ تو حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت ہے، تو کہا جائے گا کہ اس روضہ میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی تو دفن ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دفن ہوں گے لہٰذا یہ خصوصیت نہ رہی۔

مزارات مقدسہ پر گنبد بنانا کوئی نیا کام نہیں بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے، شرح موطا امام مالک میں حضرت ابو عبد سلیمان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر قبہ (گنبد) بنایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبد الرحمن کی قبر پر قبہ بنایا، حضرت محمد ابن حنیفہ (ابن حضرت علی) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنایا۔

بخاری شریف جلد اول میں ہے کہ حضرت امام حسن ابن حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا، تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا، یہ بھی صحابہ کرام کے زمانہ میں ہوا اور کسی نے منع نہ کیا۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ علما، اولیا، اور صالحین کی قبروں پر عمارت بنانا جائز کام ہے جب کہ اس سے لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا مقصود ہو، تا کہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں۔ (تفسیر روح البیان جلد ۳ پارہ ۱۰)

میزان الکبریٰ آخر جلد اول کتاب الجنائز میں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قبر پر عمارت وغیرہ بنوانا جائز ہے۔

حدیث پاک اور فقہی عبارات بلکہ خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پاک سے ثابت ہوگیا کہ اولیا، علما کی قبروں پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔

اب گنبد خضریٰ کی مختصر تاریخ ملاحظہ کریں، حضور اقدس ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کیا گیا (اگر یہ ناجائز ہوتا تو پہلے صحابہ کرام اس حجرے کو گرادیتے پھر دفن کرتے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھینچادی، پھر ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں ۸۸ھ میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر ۵۵۰ھ میں جمال الدین اصفہانی علمائے کرام کی موجودگی میں صندل کی لکڑی کی جالی اس دیوار کے آس پاس بنائی، اور ۵۵۷ھ میں بعض عیسائی عابدوں کی جماعت مدینہ منورہ میں آئی اور سرنگ بنا کر نعش مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا، حضور اقدس ﷺ نے تین بار بادشاہ کو خواب میں فرمایا لہٰذا بادشاہ نے ان کو قتل کرادیا، اور روضۂ مبارک کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود کر سیسہ گلا کر اس کو بھر دیا۔ پھر ۶۷۸ھ میں سلطان قلاؤں صالحی نے یہ گنبد سبز (ہرا) بنوایا جو اب تک موجود ہے۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب بحوالہ جاء الحق اول ص: ۲۸۳۔ رضوی کتاب گھر)

قبر پر قرآن مقدس کی تلاوت کرنا سنت صحابہ ہے

س ۲۰: کیا قبر پر قرآن مقدس کی تلاوت کرنا جائز ہے کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں ہے؟

جواب: ہاں! قبر پر قرآن مقدس کی تلاوت کرنا جائز اور باعث رحمت ہے، مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوا وَأَسْرِعُوا بِهٖ إِلٰى قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَاسِهٖ فَاتِحَةُ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ۔

(مشکوٰۃ شریف ص: ۱۴۹ ـ باب البکاء علی المیت)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو موت آجائے تو اسے روک کر نہ رکھو، اور اس کی قبر تک جلدی پہنچاؤ اور اس کے سرہانے سورۃ البقرہ کا ابتدائی اور اس کے پیروں کی طرف سورۃ البقرہ کا آخری حصہ پڑھو۔

معلوم ہوا کہ بغیر کسی ضروری سبب، میت کی تدفین میں تاخیر کسی طرح مناسب نہیں جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کریمانہ سے ظاہر ہے، بعد تدفین قبر پر سورہ بقرہ شریف کی تلاوت کا حکم اس حقیقت کی صداقت پر گواہ ہے کہ تلاوت کلام پاک سے میت کو قبر میں آسانیاں میسر آتی ہیں، اور میت تلاوت کے ثواب سے مستفیض ہوتی ہے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی اسی پر عمل رہا ہے۔ حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا مَاتَ لَهُمْ مَيِّتٌ اِخْتَلَفُوْا إِلٰى قَبْرِهٖ يَقْرَأُوْنَ عِنْدَهُ الْقُرْآنَ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص: ۲۳۶)

انصار صحابہ کرام کا معمول تھا کہ اگر ان کا کوئی وفات پا جاتا، تو وہ اس کی قبر پر جا کر قرآن مقدس کی تلاوت کرتے تھے۔

فتاویٰ دیوبند جلد ۵ ص: ۴۴۸ پر لکھا ہوا ہے کہ "ایصال ثواب میت کے لیے، قبر پر قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانا درست ہے۔

میت کو ایصال ثواب کرنا سنت رسول اور طریقۂ صحابہ ہے

س ۲۱: میت کو ایصال ثواب کرنا کیسا ہے کیا حدیث پاک میں ایصال ثواب کا ذکر آیا ہے؟

جواب: ہاں آیا ہے! مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

اَنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اِنَّ اُمِّیْ افْتُلِتَتْ نَفْسُھَا وَلَمْ تُوْصِ وَاَظُنُّھَا لَوْ تَکَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ اَفَلَھَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْھَا قَالَ نَعَمْ۔ (مسلم شریف جلد اول ص: ۳۲۴... مشکوۃ شریف ص: ۱۷۲)

ترجمہ: ایک شخص آئے اور انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اور وہ کسی بات کی وصیت نہ کر سکی، میرا گمان ہے کہ انتقال کے وقت اگر اسے کچھ کہنے سننے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ ضرور کر دیتی تو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا اس کی روح کو ثواب پہنچے گا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں! پہنچے گا۔

حدیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اگر میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو میت کو اس کا فائدہ اور ثواب پہنچتا ہے، اسی پر علما کا اتفاق ہے۔

شرح الصدور میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

بعض سلف سے مروی ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا، تو میں نے کہا کہ تمہاری طرف زندوں کی دعا پہنچتی ہے، اس نے کہا کہ ہاں! خدا کی قسم نور کی طرح چمکتا ہوا لباس ریشمی ہو کر پھر ہم اس کو پہنتے ہیں (شرح الصدور ص: ۱۲۸)

طحطاوی علی المراقی میں ہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انسان اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کو پہنچا سکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ ہو یا قرآن و اذکار کے پڑھنے کا اجر ہو یا ان کے سوا اور کوئی......نیک عمل ہوں تو میت کو پہنچے گا اور نفع دے گا۔

(طحطاوی علی المراقی الفلاح ص: ۳۶۳)

میت کو کسی کار خیر کا ثواب بخشنا بہتر ہے، اور ثواب بخشنے کے الفاظ زبان سے ادا کرنا صحابی رسول ﷺ کی سنت ہے، کھانا یا شیرینی وغیرہ کو سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔ (انوار الحدیث ص: ۲۰۶ ... کتب خانہ امجدیہ دھلی)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ۵ رص: ۴۴۸ رپر لکھا ہوا ہے کہ "اموات کو ثواب صدقات وقرآن شریف کا پہنچنا اور اموات کو احیا کی دعا واستغفار سے نفع پہنچنا نصوص قرآنی اور احادیث سے ثابت ہے، اس کا انکار جہل اور معصیت اور خرق اجماع ہے۔

میت کے لیے اجتماعی طور پر دعائے مغفرت کرنا سنت ہے

س ۲۲: میت کے لیے اجتماعی طور پر دعائے مغفرت کرنا اور تعزیت کے لیے آنا کیسا ہے؟

جواب: میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا اور تعزیت کے لیے دوسرے مسلمانوں کا آنا اور اجتماعی دعا کرنا درست ہے، عمل نبوی اور طریقہ صحابہ سے ثابت ہے۔ مسلم شریف کتاب الحدود میں حدیث پاک مذکور ہے کہ، جب حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو دوسرے یا تیسرے دن حضور اقدس ﷺ تشریف لائے اور صحابہ کرام وہاں جمع تھے، آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرام کے ساتھ مل کر دعائے مغفرت فرمائی، حدیث پاک کا متن درج ذیل ہے:

فَلَبِثُوْا يَوْمَيْنِ اَوْثَلَاثَةً ثُمَّ جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ۔ (مسلم شریف جلد دوم ... مشکوۃ شریف ص: ۳۰۱)

ترجمہ: یعنی آپ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا تمام حاضرین ماعز بن مالک کے لیے بخشش کی دعا کریں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ضمن میں رقم طراز ہیں:

اُطْلُبُوْا لَهُ مَزِيْدَ الْمَغْفِرَةِ وَتَرَقِّي الدَّرَجَةِ۔ (مرقات شرح مشکوۃ کتاب الحدود)

یعنی حضور اقدس ﷺ نے حاضرین سے فرمایا اس کی مزید مغفرت اور ترقی درجہ کے لیے دعا کرو۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ میت کے لیے اجتماعی طور سے دعا کرنا حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے۔

میت کا تیجہ، دسواں اور چالیسواں وغیرہ کرنا مستحب ہے

س ۲۳: میت کا تیجہ، دسواں، چالیسواں، وغیرہ کرنا کیسا ہے، کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں ملتا ہے؟

جواب: ہاں! شریعت اسلامیہ کے نزدیک ان تمام امور (کام) کی اصل ایصال ثواب ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے جیسا ہم نے سابق میں ایک ایک کر کے بیان کر دیا ہے، لہٰذا مذکورہ تمام اعمال بھی شریعت کے نزدیک جائز بلکہ مستحب عمل ہیں کہ ان سب صورتوں میں میت کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے، چاہے وہ تیجہ ہو یا دسواں یا چالیسواں سب میں میت کے ایصال ثواب کے لیے کھانا وغیرہ پکا کر غریبوں، مسکینوں وغیرہ کو کھلایا جاتا ہے، ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ ایسا کام جس کو کرنے پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ثواب عطا فرماتا ہے اس کو میت کی طرف منسوب کرنا صحابہ کرام کا طریقہ ہے، ابوداؤد شریف میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ، اے اللہ کے نبی ﷺ! بے شک میری والدہ اچانک انتقال فرما گئی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اگر وہ زندہ رہتی تو ضرور صدقہ کرتیں، پس اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو انہیں اس کا فائدہ ہوگا؟ فرمایا کہ ہاں!

فَسَأَلَ النَّبِيَّ اَيُّ صَدَقَةٍ اَنْفَعُ يَارَسُوْلَ اللهِ ؟ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْراً وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ ۔ (ابو داؤد شریف جلد اول ص: ۲۳۶... نسائی شریف جلد دوم ص: ۱۲۴... طبرانی فی معجم الکبیر جلد دوم ص: ۲۱)

ترجمہ: پھر پوچھا کہ یا رسول اللہ! کون سا صدقہ زیادہ نفع بخش ہے؟ فرمایا کہ پانی، پس آپ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا یہ ام سعد کے لیے ہے۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کی چیز کو میت کی طرف منسوب کرنا سنتِ صحابہ ہے حضرت امام طاؤس بیان کرتے ہیں:

اِنَّ الْمَوْتٰی یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ سَبْعاً فَکَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ یُّطْعَمَ عَنْھُمْ تِلْکَ الْاَیَّام۔

(حلیۃ الاولیا جلد ۴/ص: ۱۱... شرح الصدور ص: ۱۹۴... حاوی للفتاوی جلد دوم ص: ۱۷۸)

ترجمہ: بے شک مردے قبروں میں سات دن تک آزمائے جاتے ہیں اس لیے وہ (صحابۂ کرام) سات دن تک ان کی طرف سے لوگوں کو کھانا کھلانا پسند کرتے تھے۔

اب یہ پوری طرح واضح ہو گیا کہ میت کو ثواب پہنچانے کے لیے تیجہ، دسواں، اور چالیسواں کے نام پر غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا جائز ہے بلکہ معمولات صحابہ سے ثابت ہے۔

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی اپنی معروف کتاب "صراط مستقیم" میں لکھتے ہیں کہ جب کبھی میت کو نفع پہنچانا منظور ہو تو اسے کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو تو بہتر ہے ورنہ صرف سورۂ فاتحہ و اخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے۔

(صراط مستقیم فارسی ص: ۶۵)

ہر سال عرس منانا سنت رسول اور معمول صحابہ ہے

س ۲۴: اولیاے کرام اور بزرگان دین کا ہر سال عرس منانا کیسا ہے کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں ہے؟

جواب: عرس منانا ہر سال جائز و مباح ہے، اور اموات کے لیے فائدہ مند بھی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُ الشُّهَدَاءَ بِأُحُدٍ فِي كُلِّ حَوْلٍ وَإِذَا بَلَغَ الشِّعْبَ رَفَعَ صَوْتَهُ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ثُمَّ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كُلَّ حَوْلٍ يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ۔

(بیھقی، تفسیر قرطبی جلد ۵ رص: ۳۱۳، شرح الصدور ص: ۲۱۰)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ ہر سال شہدائے احد کے پاس تشریف فرما ہوتے اور جب گھاٹیوں پر پہنچتے تو بلند آواز سے فرماتے تم پر سلام ہو؛ کیوں کہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے، پھر آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے پھر حضرت عمر بن خطاب اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ایسا کرتے تھے۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ ہر سال احد میں تشریف لاتے اور شہدا کی قبروں کی زیارت فرماتے ، اور یہی معمول خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تھا۔

یوم وفات پر زیارت کے لیے مزار پر حاضر ہونے اور ایصال ثواب کرنے اور ان سے کسب فیض کا نام عرس ہے، عرس کی اصل فعل رسول اللہ ﷺ اور فعل خلفائے راشدین سے ثابت ہوئی، فتاویٰ دیو بند جلد ۲ رص: ۱۳ رمیں بھی اس حدیث کو نقل کر کے مزارات مقدسہ پر سالانہ حاضری کو مستحب قرار دیا گیا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ ''اب رہے تین مسئلہ قیود مجلس مولود کے اور قیود ایصال ثواب کے اور عرس بزرگانِ دین کا کرنا سو اس (ہفت مسئلہ) میں وہ خود (حاجی امداد اللہ صاحب) لکھتے ہیں کہ در اصل یہ مباح ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص: ۱۱۳)

سامنے کچھ رکھ کر فاتحہ پڑھنا سنت رسول ﷺ کے موافق ہے

س ۲۵: فاتحہ کرنا کیسا ہے کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں ہے؟

جواب: ہاں! فاتحہ کرنا جائز و مباح ہے اور اس امت کا ہمیشہ سے معمول ہے یہ ایصال ثواب کا ایک بہترین طریقہ ہے، بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کھجور، گھی اور پنیر سے حلوہ تیار کیا اور اس کو ایک برتن میں ڈال کر مجھے فرمایا بیٹا انس یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ، اور جا کر عرض کرو کہ یہ میری والدہ نے ہدیہ حاضر کیا ہے، جب میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچا، تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اس کو رکھ دو پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور کچھ لوگوں کو بلا کر لاؤ آپ نے ان سب کا نام بتایا اور فرمایا: جو بھی تم کو ملے اس کو بلا لینا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آپ کے حکم کے مطابق لوگوں کی دعوت دینے چلا گیا جب میں واپس لوٹا تو میں نے دیکھا کہ گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے، پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا:

وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِهَا مَا شَاءَ اللهُ۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس حلوہ پر رکھا اور جو کچھ اللہ نے چاہا آپ نے اس حلوہ پر پڑھا۔

پھر دس دس آدمیوں کو کھانے کے لیے بلانا شروع کیا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں سے فرماتے: اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانا شروع کرو اور چاہیے کہ ہر آدمی اپنے قریب سے کھائے اور برتن کے بیچ میں ہاتھ نہ ڈالے۔ (بخاری شریف جلد دوم ص: ۷۷۵_۷۷۶...

مسلم شریف جلد اول ص: ۴۶۱... مشکوۃ شریف ص: ۵۳۹... البدایہ والنہایہ جلد ۴/ ص: ۱۶۸)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کوئی میٹھی چیز یا کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر قرآن مقدس کی کچھ آیتیں پڑھنا اور اس کا کھانا دوسروں کو کھلانا جائز ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، اور باعث خیر و برکت ہے، یہی وہ صورت ہے جس کو مسلمانوں نے بنام فاتحہ ہمیشہ

جاری رکھا ہے۔

دیوبندیوں کے پیشوا مولانا اسماعیل دہلوی اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' میں لکھتے ہیں:

''اور یہ بھی گمان نہ کریں کہ فوت شدہ لوگوں کو طعام سے فائدہ پہنچانا اور ان کی فاتحہ خوانی ٹھیک نہیں ہے، اس لیے کہ یہ کام تو بہت بہتر اور افضل ہے، ہماری غرض صرف یہ ہے کہ رسم کا پابند نہ ہونا چاہیے۔ تاریخ اور دن اور طعام کی جنس اور قسم کی تعین کے بغیر جس وقت اور جس قدر کہ موجب ثواب ہو بجالائے اور جب میت کو کچھ نفع پہنچانا منظور ہو اسے کھانے اور کھلانے ہی پر موقوف نہ سمجھنا چاہیے، اگر ہوسکے تو بہتر ہے ورنہ صرف سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کا ثواب بہت بہتر ہے''۔ (صراط مستقیم اردو ص: ۷۴)

ذکر میلادِ مصطفی ﷺ سنت رسول اور معمول صحابہ ہے

س ۲۶: ہر سال ذکر میلاد مصطفی ﷺ کی محفل سجانا اور خوشی کا اظہار کرنا کیسا ہے؟

جواب: آپ ﷺ کا ذکر اور آپ کے میلاد کو بیان کرنا اور آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار کرنا فقط جائز و مباح ہی نہیں بلکہ موجب اجر و ثواب اور باعث خیر و برکت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

تَذَاكَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِيْلَادَهُمَا عِنْدِيْ۔ (طبرانی کبیر جلد اول ص: ۵۸ ... مجمع الزوائد جلد ۹ / ص: ۶۳)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرے پاس اپنے اپنے میلاد کا تذکرہ کیا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں اس کی اسناد حسن ہے۔

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے خود اپنا میلاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا، اب خلفاے راشدین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نعمۃ الکبریٰ'' میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَماً عَلٰی قِرَاْتِہٖ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّۃِ۔

(نعمۃ الکبریٰ مصری ص:۸)

ترجمہ: جس نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھوانے میں ایک درہم صرف کیا تو وہ جنت میں میرا رفیق (ساتھی) ہوگا۔

آگے اسی کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی قول نقل فرماتے ہیں:

مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَدْ اَحْیَا الْاِسْلَامَ۔

(نعمۃ الکبریٰ ص:۸)

ترجمہ: جس نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی تو اس نے اسلام کو زندہ کیا۔

آگے اسی کتاب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی قول نقل فرماتے ہیں:

مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَماً عَلٰی قِرَاْۃِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَاَنَّمَا شَھِدَ غَزْوَۃَ بَدْرٍ وَّحُنَیْنٍ۔

(نعمۃ الکبریٰ ص:۸)

ترجمہ: جس نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھوانے میں ایک درہم صرف کیا تو گویا وہ جنگ بدر و حنین میں حاضر ہوا۔

آگے اسی کتاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی قول نقل فرماتے ہیں:

مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ سَبَباً لِقِرَاْتِہٖ لَا یَخْرُجُ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا بِالْاِیْمَانِ وَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔

(نعمۃ الکبریٰ ص:۹)

ترجمہ: جس نے میلاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی اور اس کے پڑھوانے کا سبب بنا تو وہ دنیا سے ایمان لے کر نکلے گا اور جنت میں داخل ہوگا بغیر حساب کے۔

حضرت علامہ قسطلانی ''المواہب اللدنیہ'' میں فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے اہلِ اسلام حضور اقدس ﷺ کے میلاد کے مہینے میں محفلیں کرتے ہیں، اور خوشی کے کھانے پکاتے

ہیں اور خوشیاں ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے جو اس ماہ مبارک کی راتوں کو عید منائیں۔ (المواہب اللدنیہ مصری جلد اول ص: ۲۷... سیرۃ حلبی جلد اول ص: ۱۰۰)

ان روایتوں سے ثابت ہوا کہ میلا شریف کرنا کوئی نیا کام نہیں بلکہ ابتداے اسلام ہی سے اس کا کرنا جائز و مستحسن رہا، اور آج تک اہل سنت کا عقیدہ و عمل اسی کے موافق ہے۔

خوشی کے موقع پر مال خرچ کرنا سنت صحابہ ہے

س ۲۷: کیا خوشی اور مسرت کے موقع پر مال خرچ کرنا حدیث پاک سے ثابت ہے؟

جواب: ہاں! ثابت ہے، بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت ﷺ میں یہ عرض کرتے ہوئے سنا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللهِ وَاِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ فَاِنِّيْ اُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ۔ (بخاری شریف جلد اول ص: ۳۸۶)

ترجمہ: یا رسول اللہ! میری جانب سے توبہ قبول ہونے کا شکر، یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی راہ میں صدقہ کردوں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کچھ مال اپنے لیے بھی رکھ لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، انہوں نے عرض کیا: میں خیبر کی زمین والا حصہ اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔

حدیث مذکورہ سے ہمیں اس بات کی تعلیم ملتی ہے کہ خوشی کے موقع پر اپنا مال خرچ کرنا جائز اور مستحسن ہے۔

نیک کام کے لیے دن مقرر کرنا سنت رسول ہے

س ۲۸: کسی کار خیر کے لیے دن اور تاریخ مقرر کرنا کیسا ہے، کیا اس کا ثبوت

حدیث پاک میں ہے؟

جواب: ہاں! نیک کام کے لیے دن مقرر کرنا حدیث پاک سے ثابت ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا يَوماً مِنْ نَفْسِكَ ؛ فَوَعَدَ هُنَّ يَوماً لَقِيَهُنَّ فِيْهِ فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ۔ (بخاری شریف جلد اول ص: ۲۰)

ترجمہ: عورتوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ سے فائدہ حاصل کرنے میں صحابہ ہم عورتوں سے آگے بڑھ گئے ہیں اس لیے آپ اپنی طرف سے ہمارے لیے بھی کوئی خاص دن مقرر فرمادیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں سے ایک دن کا وعدہ فرمایا، اس دن آپ نے ان سے ملاقات فرمایا، انہیں نصیحت کی اور احکام شریعت بتایا۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ وعظ و نصیحت کرنے کے لیے دن تاریخ اور وقت مقرر کرنا حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا طریقہ بھی یہی رہا۔

اسی طرح دینی و مذہبی مجالس، ایصال ثواب، شادی، بیاہ وغیرہ ان سب امور میں آسانی اور سہولت کے لیے تاریخ، دن اور وقت متعین کرنا جائز و مستحسن ہے، اور قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔

قیام تعظیمی کرنا سنت رسول اور معمول صحابہ ہے

س ۲۹: قیام تعظیمی کرنا کیسا ہے، کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں ہے؟

جواب: ہاں! کسی بزرگ، صاحب علم یا استاذ کے لیے ادب اور تعظیم کی خاطر کھڑا ہونا درست ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمول سے ثابت ہے، بخاری شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب بنی قریظہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا حاکم تجویز کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس

اطلاع بھیجی، تو وہ ایک سفید گدھے پر سوار ہو کر آئے، تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔

(بخاری شریف جلد دوم ص: ۹۲۶ ... مسلم شریف جلد اول ص: ۹۵ ... مشکوۃ شریف ص: ۴۰۳)

ترجمہ: اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ (تو صحابہ کھڑے ہو گئے)

اس حدیث پاک کے متعلق امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

حدیث پاک میں اس بات کی دلیل ہے کہ صاحب فضیلت کی تعظیم کرنی چاہیے اور جب وہ تشریف لائے تو کھڑے ہو کر ان سے ملیں، تمام جمہور نے اس قیام کو مستحب کہا ہے میں کہتا ہوں کہ بزرگوں کی آمد پر کھڑے ہونا مستحب ہے۔

(نووی بر مسلم جلد دوم ص: ۹۵)

جب حضور اقدس ﷺ مسجد نبوی شریف میں تشریف لاتے، تو صحابۂ کرام آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہمارے ساتھ مسجد (نبوی) میں تشریف رکھتے اور ہم سے باتیں کرتے تھے، پھر جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو ہم سب بھی باادب کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ حضور اقدس ﷺ اپنی ازواج کے حجروں میں تشریف لے جاتے۔ (مشکوۃ شریف ص: ۴۰۳)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضور اقدس ﷺ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے تھے، اور حضور اقدس ﷺ جب تک کسی ازواج پاک کے حجروں میں تشریف نہیں لے جاتے، صحابہ کھڑے رہتے یہی تو قیام تعظیمی ہے۔

دیوبندیوں کے پیشوا مولانا رشید احمد گنگوہی ایک فتویٰ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "تعظیم دیندار کو کھڑے ہونا درست ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص: ۴۵۹)

اب رہی بات ذکر میلاد مصطفی ﷺ کے قیام کی تو یہ بھی جائز اور مستحسن ہے حضرت سید جعفر بن اسماعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْقِیَامُ عِنْدَ ذِکْرِ وِلَادَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْرٌ لَا شَکَّ فِیْ اِسْتِحْبَابِہٖ وَاِسْتِحْسَانِہٖ وَنُدُبِہٖ یَحْصُلُ لِفَاعِلِہٖ مِنَ الثَّوَابِ الْاَوْفَرِ۔ (اقامۃ القیامہ ص: ۱۱)

ترجمہ: یعنی قیام بوقت ذکر ولادت سید المرسلین ﷺ ایک ایسا امر ہے جس کے مستحب اور مستحسن ہونے میں شک نہیں، اس کے کرنے والے کو پورا پورا ثواب حاصل ہوگا۔

الصَّلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنا سنت صحابہ ہے

س ۳۰: کیا الصَّلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا درست ہے کیا حدیث پاک میں اس کا ثبوت ہے؟

جواب: ہاں! اس کا ثبوت حدیث پاک میں موجود ہے، ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ فَخَرَجْنَا فِیْ بَعْضِ نَوَاحِیْہَا فَمَا اسْتَقْبَلَہٗ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا وَھُوَ یَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ (ترمذی شریف ص: ۸۷۷ حدیث نمبر ۳۶۲۶ ابواب المناقب)

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ تھا، ہم بعض اطراف چلے تو جو پہاڑ اور درخت آپ ﷺ کے سامنے آتا 'السلام علیک یا رسول اللہ' کہتا۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کو جاننے اور ماننے والے پتھر اور درخت بھی ہیں، بے جان پتھر بھی آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کی ذات مقدسہ پر ''یا'' کہہ کر صلوٰۃ وسلام پیش کرنا درست ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا، حضرت امام خفاجی 'نسیم الریاض' میں تحریر

فرماتے ہیں:

اَلْمَنْقُوْلَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِيْ تَحِيَّةِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (نسیم الریاض جلد ۳/ص: ۴۵۴)

ترجمہ: صحابۂ کرام سے منقول ہے کہ وہ سلام کے وقت الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بعد از وصال نبوی ﷺ بھی یوں عرض کرتے تھے: السلام علیک یارسول اللہ۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳/ص: ۵۷۶ - ابن ابی شیبہ جلد ۴/ص: ۱۳۸ - وفاء الوفا جلد ۴/ص: ۱۳۵۸)

کراماتِ اولیا حق ہے

س ۳۱: کیا کرامات اولیا حق ہے؟ کیا اس کا ثبوت حدیث پاک میں موجود ہے؟

جواب: ہاں! موجود ہے، مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ:

اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَعَثَ جَيْشاً وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلاً يُّدْعٰى سَارِيَةٌ فَبَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ فَجَعَلَ يَصِيْحُ يَا سَارِيَ الْجَبَلَ فَقَدِمَ رَسُوْلٌ مِّنَ الْجَيْشِ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَقِيْنَا عَدُوَّنَا فَهَزَمُوْنَا فَاِذَا بِصَائِحٍ يَّصِيْحُ يَاسَارِيَ الْجَبَلَ فَاَسْنَدْنَا ظُهُوْرَنَا اِلَى الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

(مشکوٰۃ شریف ص: ۵۴۶)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر (نہاوند کی طرف) بھیجا اور اس لشکر پر ایک مرد کو سپہ سالار مقرر فرمایا جن کو ساریہ کہا جاتا تھا، تو (ایک روز) جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مدینہ شریف میں) خطبہ پڑھ رہے تھے، یکایک آپ بلند آواز سے فرمانے لگے اے ساریہ! پہاڑ کی پناہ لو، چند روز کے بعد لشکر سے ایک قاصد آیا، تو اس نے عرض کیا،

اے امیر المومنین ! ہمارے دشمن نے ہم پر حملہ کیا تو ہم کو شکست دی پھر اچانک ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی کہ اے ساریہ ! پہاڑ کی پناہ لو تو ہم نے پہاڑ کی طرف اپنی پشت کرلی (اور دشمن سے لڑے) پھر خدائے تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اولیائے کرام سے کرامت کا ظہور ہوسکتا ہے اور اللہ والوں سے کرامتوں کا صادر ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور صحابہ و تابعین کی مسلسل خبروں سے بھی واضح ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص: ۵۹۵)

معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے دعوائے نبوت کی تائید میں جو بات خلاف عادت ظاہر ہو، اسے معجزہ کہتے ہیں، اور اللہ کے ولیوں سے جو بات خلاف عادت ظاہر ہو، اسے کرامت کہتے ہیں۔ کرامت حق ہے اس کا انکار کرنے والا گمراہ بدمذہب ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص: ۹۵ ... بہار شریعت حصہ اول ص: ۱۷ ... انوار الحدیث ص: ۴۱۳)

فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کسی نے مولانا رشید احمد گنگوہی سے فتویٰ پوچھا کہ " اولیا کو عالم کی سیر کرنا مثلاً مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ بلا اسباب ظاہر کے یہ ممکن اور کرامات ہے یا نہیں؟ ایسی بات کا اگر کوئی انکار کرے تو گنہ گار ہوگا یا نہیں" ؟

جواب میں لکھتے ہیں " یہ کرامات اولیا اللہ سے ہوتی ہیں اور ہے کہ کرامات خرق عادت کا نام ہے اس میں کوئی تردّد کی بات نہیں اس کا انکار گنہ ہے کہ انکار کرامت کرتا ہے اور کرامت کا حق ہونا مسئلہ اجماعی اہل سنت کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص: ۹۳)

حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حدیث پاک کے موافق ہے

س ۳۲: کیا مکبّر (تکبیر کہنے والا) جب " حی علی الفلاح " پر پہنچے تو مقتدیوں کو کھڑا

ہونا چاہیے؟

جواب : ہاں! اقامت کے وقت امام اور مقتدی سب کو بیٹھے رہنے کا حکم ہے، کھڑا ہونا مکروہ و منع ہے، پھر جب اقامت کہنے والا "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" پر پہنچے تو اٹھیں اور صفوں کو درست کریں جیسا کہ بعض روایتوں سے ثابت ہے۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوا حَتّٰی تَرَوْنِی خَرَجْتُ وَفِی الْبَابِ۔

(بخاری شریف جلد اول ص:۸۸ ... مسلم شریف جلد اول ص: ۲۲۰ ... ترمذی شریف ص: ۱۵۴، حدیث نمبر ۵۹۲)

ترجمہ: جب اقامت ہو جائے تو جب تک مجھے نکلتا ہوا نہ دیکھو، مت کھڑے ہو۔

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث ابی قتادہ حسن ہے، صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت نے کھڑے ہو کر امام کے انتظار کو مکروہ کہا ہے۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ جب امام مسجد میں ہی ہو اور تکبیر کہی جائے تو لوگ 'قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ' پر کھڑے ہوں، یہ قول حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ کا ہے۔ (ترمذی شریف ص: ۱۵۴/ کتاب الصلوٰۃ)

حضرت امام نووی فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب (مکبّر) حی علی الصّلوٰۃ کہے اور جب قد قامت الصلوٰۃ ک ہتا۔

(عینی شرح بخاری جلد دوم علی الحدیث ابی قتادہ)

معلوم ہوا کہ جب مکبّر "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" پر پہنچے تو مقتدی کھڑا ہونا شروع ہو جائے تا کہ "قد قامت الصّلوٰۃ" تک مکمل کھڑا ہو جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ علمائے ثلاثہ حضرت امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام

محمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب کہ مکبّر "حی علی الفلاح" کہے اور یہی صحیح ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص: ۵۳)

فتاویٰ عالمگیری میں آگے یہ بھی عبارت مذکور ہے کہ اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے جب مکبّر "حی علی الفلاح" پر پہنچے تو اس وقت کھڑا ہو، یونہیں جو لوگ مسجد میں موجود ہیں وہ بھی بیٹھے رہیں، اس وقت اُٹھیں جب مکبّر "حی علی الفلاح" پر پہنچے اور یہی حکم امام کے لیے بھی ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص:۵۷... بہار شریعت جلد اول ص: ۴۷۱۔ دعوت اسلامی)

آج کل اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وقت اقامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے کہ جب تک امام مصلے پر کھڑا نہ ہو اس وقت تک تکبیر نہیں کہی جاتی یہ خلاف سنت ہے۔ (بہار شریعت جلد اول ص: ۴۷۱۔ دعوت اسلامی)

دیوبندی حضرات جو عام طور پر اس مسئلہ کی مخالفت کرتے ہیں ان کے پیشوا مولوی کرامت علی جونپوری نے اپنی کتاب "مفتاح الجنۃ" میں لکھا ہے کہ جب اقامت میں "حی علی الفلاح" کہے تب امام اور سب لوگ کھڑے ہو جائیں۔ (مفتاح الجنۃ ص: ۳۳)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں لکھا ہوا ہے کہ "امام اور مقتدی کا "حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا ادب میں سے ہے"۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ۲/ص: ۲۱۶)

اور ان کی کتاب "راہ نجات" میں بھی ہے کہ "حی علی الفلاح" کے وقت امام اُٹھے۔ (راہ نجات ص: ۱۴)

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے

س ۳۳: کیا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے؟

جواب: ہاں! سنت ہے، ابوداؤد شریف میں حضرت ابو جُحیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

اَنَّ عَلِیّاً رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ السُّنَّۃُ وَضَعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز میں ہتھیلی کا دوسری پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

(ابو داؤد شریف ص: ۱۱۸ حدیث نمبر ۷۵۶ کتاب الصلوۃ ... مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص: ۳۹۱ ... مسند احمد بن حنبل جلد اول ص: ۱۱۰ ... دار القطنی جلد اول ص: ۲۸۶ ... سنن کبری جلد دوم ص: ۳۱)

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نماز میں ایک ہتھیلی کا دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین باتیں تمام نبیوں کے اخلاق میں سے ہیں (۱) افطاری جلدی کرنا (۲) سحری میں تاخیر کرنا (۳) اور دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھنا۔ (محلی ابن حزم جلد ۳/ص: ۳۰ ... جواھر النقی جلد دوم ص: ۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ہتھیلی پر ہتھیلی رکھ کر ناف کے نیچے باندھے جائیں۔ (جواھر النقی جلد دوم ص: ۳۱ ... محلی ابن حزم جلد ۳/ص: ۳۰)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے اور طریقۂ صحابہ بھی، عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھے، کیوں کہ غلام آقا کے سامنے ایسے ہی کھڑے ہوتے ہیں، اس میں انتہائی ادب ہے، نماز میں چوں کہ بندہ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہے، لہٰذا ادب سے کھڑے ہونا چاہیے، نماز کے ہر ارکان میں ادب کا لحاظ ہے، تو قیام میں بھی ہونا چاہیے اور ادب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھا جائے سینے پر نہیں؛ کیوں کہ سینے پر ہاتھ باندھنا خلاف سنت ہے۔

نماز میں آہستہ آمین کہنا سنت رسول ہے

س ۳۴: نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد آہستہ آمین کہنا کیسا ہے، کیا یہ بھی سنتِ رسول ہے؟

جواب: ہاں! نماز میں آہستہ آمین کہنا سنت ہے، ترمذی شریف میں حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" فَقَالَ آمِيْنَ وَخَفَضَ بِهٖ صَوْتَهٗ۔

(ترمذی شریف جلد اول ص: ۳۴... سنن الکبریٰ للبیہقی جلد دوم ص: ۸۳)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" پڑھا تو آمین کہا اور اپنی آواز آہستہ رکھی۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا سنت رسول ہے، اور بلند آواز سے کہنا بالکل خلاف سنت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی معمول یہی تھا کہ وہ نماز میں آمین آہستہ کہا کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید اور حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ، اور آمین، اونچی آواز سے نہیں کہا کرتے تھے۔ (طحاوی شریف جلد اول ص: ۱۵۰ ... الجواہر النقی جلد ۲ / ص: ۴۸... عمدۃ القاری، جلد ۶ / ص: ۵۲)

نماز میں رفع یدین کرنا منع ہے

س ۳۵: کیا ابتدائے اسلام میں رفع یدین کیا جاتا تھا، اور کیا اس کے منسوخ ہونے کی کوئی دلیل ہے؟

جواب: ہاں! ابتداے اسلام میں رفع یدین کا حکم تھا لیکن آپ ﷺ نے بعد میں منع فرمایا، ترمذی شریف میں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّۃٍ۔

(ترمذی شریف ص: ۷۱ کتاب الصلوۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤ؟ پھر آپ نے نماز پڑھی اور صرف تکبیر اولیٰ میں ہاتھ اٹھائے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، کئی صحابہ کرام اور تابعین اسی بات کے قائل ہیں۔ حضرت سفیان ثوری اور اہل کوفہ (امام اعظم اور آپ کے متبعین) کا بھی یہی مسلک ہے۔ (ترمذی شریف ص: ۷۱)

ابتداے اسلام میں تکبیر اولیٰ کے علاوہ بھی ہاتھ اٹھائے جاتے تھے، لیکن بعد میں حضور اقدس ﷺ نے منع کیا، اور فرمایا ''کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دم ہیں نماز میں سکون اختیار کیا کرو۔

(ابو داؤد شریف ص: ۱۵۲۔ حدیث نمبر ۱۰۰۰ کتاب الصلوٰۃ)

رفع یدین (نماز کے دوران بار بار اپنے ہاتھوں کو اٹھانا) ابتداے اسلام میں تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا، یہی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور احناف کا موقف ہے۔

حدیث پاک میں بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کا ذکر موجود ہے

س ۳۶: بدعت کسے کہتے ہیں اور کیا حدیث پاک میں بدعتِ حسنہ و بدعتِ سیئہ کا ذکر آیا ہے؟

جواب: ہاں! آیا ہے، مسلم شریف میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّنْقَصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّنْقَصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ. (مسلم شریف جلد دوم ص: ۳۴۱۔ مشکوۃ شریف ص: ۳۳)

ترجمہ: جو اسلام میں کسی اچھے طریقہ کو رائج کرے گا، تو اس کو اپنے رائج کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے، اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی، اور جو مذہب اسلام میں کسی برے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس شخص پر اس کے رائج کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ چیز جو حضور اقدس ﷺ کے ظاہری زمانہ کے بعد ہوئی بدعت ہے، لیکن ان میں سے جو کچھ حضورِ اقدس ﷺ کی سنّت کے اُصول وقواعد کے مطابق ہے اور اسی پر قیاس کیا گیا ہے، اس کو 'بدعتِ حسنہ' کہتے ہیں۔ اور ان میں جو چیز سنت کے مخالف ہو اسے 'بدعت ضلالہ' کہتے ہیں۔ اور "کل بدعة ضلالة" (ہر بدعت گمراہی ہے) کی کلیت، بدعت کی اسی قسم پر محمول ہے یعنی ہر بدعت سے مراد صرف وہی بدعت ہے جو سنت نبوی کے مخالف ہو۔ (اشعة اللمعات جلد اول ص: ۱۲۵)

انگوٹھا چومنا سنت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے

س ۳۷: کیا حضور اقدس ﷺ کا نام مبارک آئے تو انگوٹھا چوم کر آنکھوں سے لگانا جائز ہے؟

جواب: ہاں! جائز ہے، بلکہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کی

سنّت ہے، حضرت امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ 'المقاصد الحسنہ' میں تحریر فرماتے ہیں:

ذَكَرَهُ الدَّيْلَمِيُّ فِي الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَذِّنِ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ" قَالَ هٰذَا وَقَبَّلَ بَاطِنَ الْاَ نْمُلَتَيْنِ السَّبَّابَتَيْنِ وَمَسَحَ عَيْنَيْهِ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِيْ قَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ۔

(المقاصد الحسنہ ص: ۳۸۳ رقم ۱۰۲۱)

ترجمہ: امام دیلمی نے مسند فردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھی ہے کہ جب انہوں نے مؤذن کو 'اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ الله' کہتے سنا، تو یہی جملہ پڑھا اور شہادت والی انگلیوں کے پورے اندر کی طرف سے چوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے ابوبکر نے کیا اس پر میری شفاعت حلال ہوگئی۔''

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب یہ روایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک ثابت ہے، تو عمل کے لیے کافی ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ' یعنی تم پر میری سنّت اور میرے خلفاے راشدین کی سنّت پر بھی عمل کرنا لازم ہے۔

(الاسرار المرفوعہ ص: ۲۱۰)

المقاصد الحسنہ میں حضرت امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جو شخص مؤذن کو 'اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ الله' کہتے ہوئے سنے اور یہ پڑھے "مَرْحَبًا بِحَبِيْبِيْ وَقُرَّةُ عَيْنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے، وہ کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں دکھیں گی۔

(المقاصد الحسنہ ص: ۳۸۴)

حضور اقدس ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سن کر فرط محبت اور جوشِ عقیدت سے اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا بھی تعظیم مصطفی ﷺ کے زمرہ میں ہی آتا ہے، ہر وہ طریقہ جس سے آپ ﷺ کی عظمت، رفعت، بلندی، شان اور ادب واحترام کا پہلو نکلتا ہو وہ آپ ﷺ کے ادب کا ہی حصہ ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس فعل (کام) پر عمل کرنا ہم لوگوں پر ضروری ہے اور یہی حکم رسول ﷺ بھی ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مَنْ بَعْدِيْ مِنْ اَصْحَابِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ تَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ۔

(ترمذی شریف ص: ۸۶۳ حدیث نمبر ۳۸۰۵ ابواب المناقب)

ترجمہ: میرے بعد میرے صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کرنا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد کو لازم پکڑنا۔

اس امت میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اطاعت صرف رسول اللہ ﷺ کی ہونی چاہیے۔ اس حدیث پاک میں ایسے لوگوں کے نظریات کو باطل قرار دیا گیا بلکہ خود حضور اقدس ﷺ نے اپنے بعد خلفاے راشدین اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی اطاعت کا حکم دیا، ان کی پیروی اور عہد کو لازم پکڑنے کا حکم دیا۔

فتاوی دار العلوم دیوبند جلد ۲ رص: ۱۰۷ پر لکھا ہوا ہے "مستحب یہ ہے کہ پہلی شہادت (اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ) سننے کے وقت صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ کہے اور دوسری کے وقت قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ پھر کہے اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ دونوں انگوٹھوں کی ناخنوں کو آنکھ سے لگانے کے بعد تو حضور ﷺ بے شک

جنت میں اس کی قیادت فرمائیں گے۔

بزرگوں کا ہاتھ چومنا سنت صحابہ ہے

س ۳۸: کیا ہاتھ چومنا جائز ہے کیا صحابہ کرام آپ ﷺ کا دست مبارک چوما کرتے تھے؟

جواب : ہاں! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کا دست مبارک چوما کرتے تھے، ابوداؤد شریف میں حضرت عبدالرحمن بن ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اَنَّ عَبدَ اللہِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَہٗ وَذَکَرَ قِصَّۃً قَالَ فَدَنَوْنَا یَعْنِی مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا یَدَہٗ۔

(ابو داؤد شریف ص: ۵۳۳ حدیث نمبر ۵۲۲۳۔ کتاب الادب)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے نزدیک ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ کے دست اقدس کو بوسہ دیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور آپ ﷺ نے منع نہ فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ چومنا جائز بلکہ سنت صحابہ ہے۔

کنز العمال میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام سے تشریف لائے تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

(کنز العمال جلد ۹/ص: ۲۲۰)

الادب المفرد میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوما، اور حضرت ثابت بنائی رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ (الادب المفرد ص: ۱۴۴ ... سنن دارمی جلد اول ص: ۳۱ ... مجمع

الزوائد جلد اول ص: ۱۳۵)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام بھی اپنے بڑوں کا ادب کرتے تھے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

گلے میں تعویذ پہننا درست ہے

س ۳۹: کیا گلے میں تعویذ پہننا جائز ہے؟ کیا حدیث پاک میں اس کا ثبوت ہے؟

جواب: ہاں! گلے میں تعویذ پہننا جائز اور مستحسن ہے، ترمذی شریف میں حضرت عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا فَزِعَ اَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ "اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ" وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ فَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَّلَدِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِيْ صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهٖ۔

(ترمذی شریف جلد دوم ص: ۱۹۱ ... ابو داؤد شریف جلد دوم ص: ۱۸۶ ... مشکوۃ شریف ص: ۲۱۷ ... المستدرک جلد اول ص: ۵۴۸)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نیند کی حالت میں ڈر جائے تو یہ کلمات کہے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ .... الخ، میں اللہ تعالیٰ کے مکمل و تمام کلمات کے ذریعہ اس کے غضب و عذاب، بندوں کے شر، شیطانی وسوسوں اور ان کے آموجود ہونے سے پناہ چاہتا ہوں، یہ خواب اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھاتے اور نابالغ بچوں کے لیے کاغذ پر لکھ کر ان کے گلے میں ڈالتے تھے۔

بچوں کے گلے میں تعویذ ڈالنا جائز، بلکہ ایک اچھا کام ہے، ممانعت صرف ان

تعویذات کی ہے جن میں شرکیہ کلمات تحریر ہوں ، لہٰذا ایسے مستحسن کام کو شرک و بدعت کہنا گمراہی اور جہالت کی علامت ہے۔

کافر کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہے

س ۴۰: کافر کو کافر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے اور جو کسی منکرِ ضروریات دین کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ کتب حدیث میں بہت ساری ایسی حدیثیں مذکور ہیں جن میں حضور اقدس ﷺ نے کافر کو کافر کہا ہے۔ مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْکَافِرَ اِذَا عَمِلَ حَسَنَۃً اُطْعِمَ بِھَا طُعْمَۃً مِنَ الدُّنْیَا وَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَاِنَّ اللہَ یَدَّخِرُ لَہٗ حَسَنَاتِہٖ فِی الْاٰخِرَۃِ وَیُعْقِبُہٗ رِزْقاً فِی الدُّنْیَا عَلٰی طَاعَتِہٖ۔ (مسلم شریف جلد دوم ص: ۳۷۴ حدیث نمبر ۲۹۶۱ باب فی الکفار)

جب کوئی کافر نیک کام کرتا ہے تو اس کا بدلہ اسے دنیا میں ہی دیدیا جاتا ہے لیکن مومن کی نیکیاں اللہ تعالیٰ آخرت کے لیے محفوظ کر دیتا ہے اور اس کی فرماں برداری کی وجہ سے دنیا میں اسے رزق عطا کرتا ہے۔

حدیث مذکورہ میں آپ ﷺ نے کافروں کے لیے لفظ ’’کافر‘‘ اور مسلمانوں کے لیے لفظ ’’مومن‘‘ استعمال فرمایا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی شخص حالت کفر میں ہو تو اسے کافر کہا جائے اور حالت ایمان میں ہو تو اسے مسلمان کہا جائے ، ہاں! اگر وہ شخص کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے تو اسے مسلمان کہا جائے گا ، ورنہ کافر ہی کہا جائے گا۔

قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے بھی کافر کو کافر کہنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ۔ (سورۃ الکافرون آیت: ۱ / پارہ ۳۰)

ترجمہ: اے نبی فرما دیجیے، اے کافرو!

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ''شفا شریف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

اَلْاِجْمَاعُ عَلٰی کُفْرِ مَنْ لَمْ یُکَفِّرْ اَحَداً مِّنَ النَّصَارٰی وَالْیَهُوْدِ وَکُلَّ مَنْ فَارَقَ دِیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَوْ وَقَّفَ فِیْ تَکْفِیْرِهِمْ اَوْشَکَّ. قَالَ الْقَاضِیْ اَبُوْ بَکْرٍ: لِاَنَّ التَّوْقِیْفَ وَالْاِجْمَاعَ اِتَّفَقَا عَلٰی کُفْرِهِمْ فَمَنْ وَقَّفَ فِیْ ذٰلِكَ فَقَدْ کَذَّبَ النَّصَّ وَالتَّوْقِیْفَ اَوْشَکَّ فِیْهِ. وَالتَّکْذِیْبُ وَالشَّكُّ فِیْهِ لَا یَقَعُ اِلَّا مِنْ کَافِرٍ.

ترجمہ: یعنی اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود و نصارٰی یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہونے والے کو کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ و اجماع امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص و شریعت کی تکذیب کرتا ہے یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔

(بہار شریعت حاشیہ جلد اول ص: ۱۸۵ دعوت اسلامی)

دار العلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات مولانا مرتضیٰ حسن در بھنگی لکھتے ہیں:

''اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں، حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروری دین ہو اسے کافر کہا جائے، کیا منافقین توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے، پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے، مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیانِ نبوت اہل قبلہ نہ تھے، انہیں بھی مسلمان کہو گے۔'' (اشد العذاب ص: ۹)

اور اسی کتاب صفحہ نمبر ۹ پر آگے لکھتے ہیں کہ ''جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوٹ

برادران اسلام:::::::::::::::اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کتابیں زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں کی زینت بن جاتی ہیں۔ اور جب آپ اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت ساری علمی، ادبی اور کتابت کی غلطیوں سے سابقہ پڑتا ہے۔

لہٰذا آپ برادران اسلام سے التماس ہے کہ کتاب میں کہیں علمی، ادبی یا کتابت کی غلطیاں نظر آئیں تو براہِ کرم ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اُن خامیوں کو دور کیا جاسکے۔ ہم آپ کے شکر گزار ہونگے۔

مولانا محمد اظہر شمسی
جامع شمس العلوم گھوسی ضلع مئو
8604887862.Mob

ہر صدی کے خاتمہ پر ایک مجدد کا ظہور

س: کیا ہر صدی کے اخیر میں مجدد کا ظہور ہونا حدیث پاک سے ثابت ہے؟

جواب: ہاں! ہر صدی کے خاتمہ پر مجدد کا ظہور ہونا ثابت ہے، ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَّسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَاسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا۔

(ابو داؤد شریف جلد دوم ص: ۵۸۹... مشکوٰۃ شریف ص: ۳۶)

ترجمہ: میں نے جو باتیں رسول اللہ ﷺ سے معلوم کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر صدی کے خاتمہ پر اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس کے لیے اس کے دین کو نکھارتا رہے گا۔

اس امت کی یہ خصوصیت ہے کہ یوں تو اس میں ہمیشہ ہی علما و اولیا ہوتے رہیں گے لیکن ہر صدی کے اول یا آخر میں خصوصی مصلحین پیدا ہوتے رہیں گے، جو سنتوں کو پھیلائیں گے، بدعتوں کو مٹائیں گے، غلط تاویلوں کو دور کریں گے، اور صحیح تبلیغ کریں گے۔

خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر بہت سے لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق مجدد گنائیں ہیں کہ پہلی صدی میں فلاں، دوسری صدی میں فلاں، بہت سے لوگوں نے بھی اپنے آپ کو مجدد کہا۔

مرزا غلام احمد قادیانی پہلے مجدد ہی بنا تھا، پھر نبی (ہونے کا دعویٰ کیا تھا) حق یہ ہے کہ اس سے نہ کوئی خاص شخص مراد ہے نہ کوئی خاص جماعت کبھی اسلامی بادشاہ کبھی محدثین کبھی فقہا کبھی صوفیا کبھی اغنیا کبھی بعض حکام دین کی تجدید کریں گے، کبھی ایک اور کبھی ان

کی جماعتیں جو دین کی یہ خصوصی خدمت کرے وہی مجدد ہے۔

جیسے ایک زمانہ میں حضرت سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اسلام سے اکبری بدعات کو دور فرمایا اور جیسے قطب الوقت حضرت مجدد الف ثانی شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ یا اس زمانہ کے عالم اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے انہوں نے اپنی زبان و قلم سے حق و باطل کو چھانٹ کر رکھ دیا۔

(مرأۃ المناجیح جلد اول ص: ۲۰۰)

باتفاق علماے عرب و عجم چودھویں صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ ہیں۔ (انوار الحدیث ص: ۸۵)
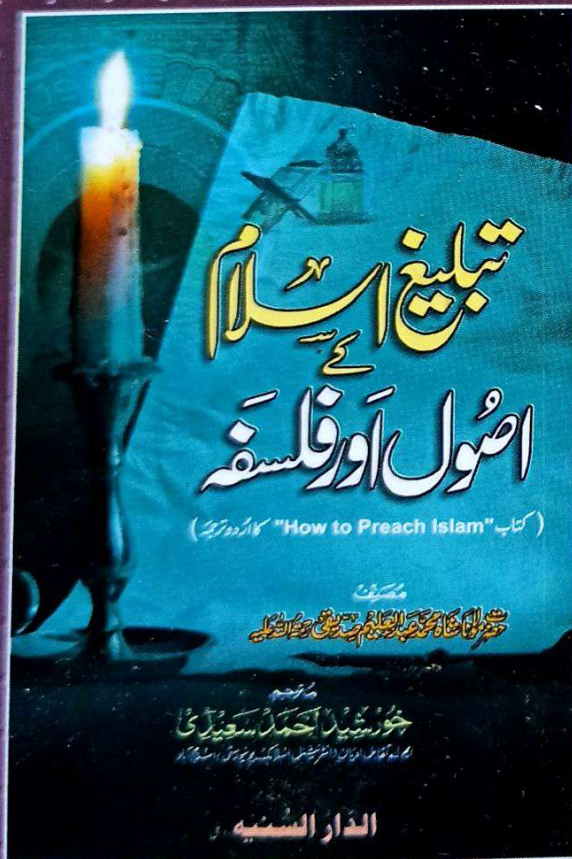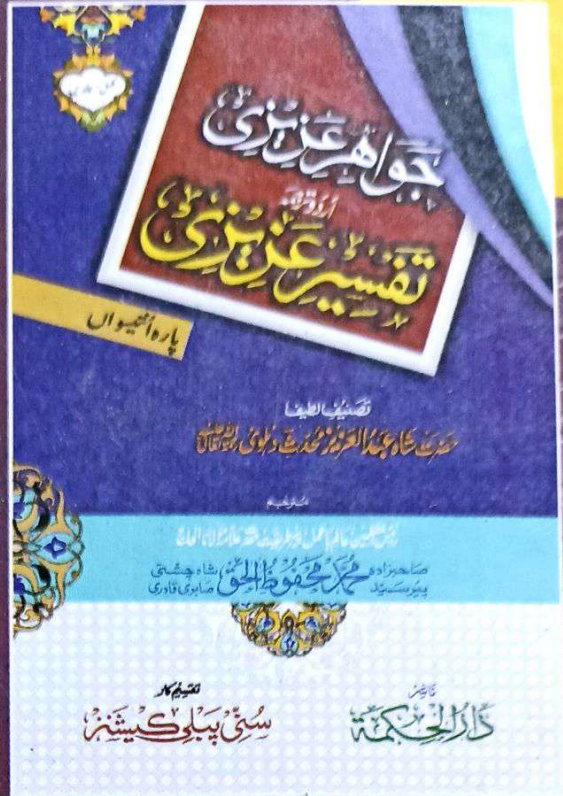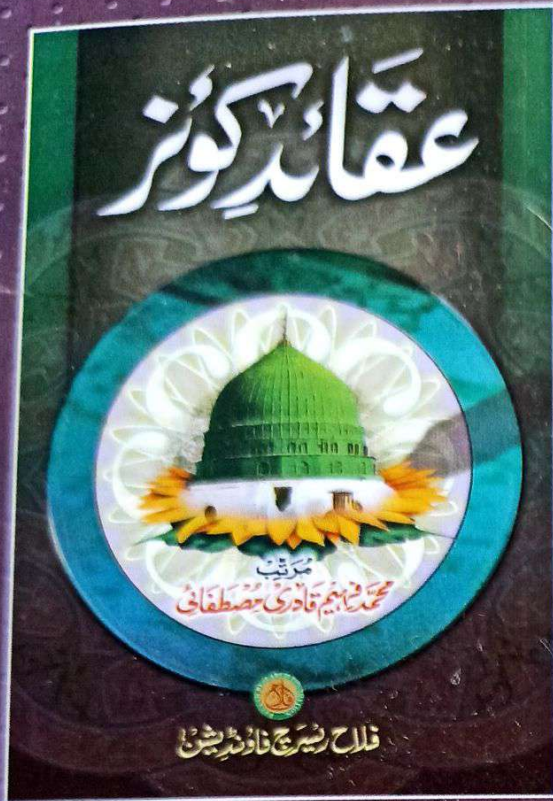
SUNNI PUBLICATIONS

2818/6, Gali Garahiya, Kucha Chellan, Darya Ganj, New Delhi-110002
Mob.: 9867934085, E-mail: zubair006@gmail.com